انصار الدین

جلد ۱۴ نمبر ۲ امان،شہادت ہجری شمسی ۱۳۹۵ء مارچ اپریل ۲۰۱۷ء

وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ

اور چاند کو خسوف لگے گا۔ اور سورج اور چاند کو (خسوف کی حالت میں) جمع کر دیا جائے گا۔ (القیامۃ: 9،10)

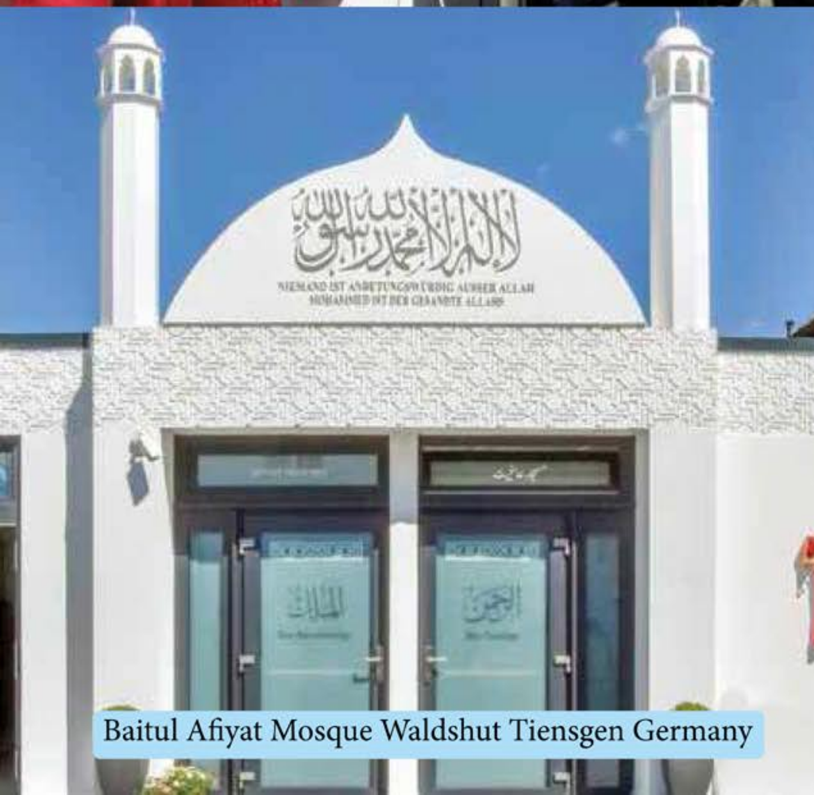
Huzur's Tour of Germany - April 2017



Huzur's arrival at Frankfurt



Huzur inaugurating Baitul Afiyat Mosque Germany



Baitul Afiyat Mosque Waldshut Tiensgen Germany



Baitul Naseer Mosque Augsburg Germany

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 14   نمبر 2   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   مارچ و اپریل 2017ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس:
ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: راجہ منیر احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، حبیب الرّحمٰن غوری۔
مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر احمد ملک
ترسیل: سعادت جان (انچارج)

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔

(التوبۃ:18)

اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ تم اسلام کے خوبصورت پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے، اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تصویر پیش کرنے کے لئے مسجد بناؤ۔ پس ان مسجدوں کی تعمیر میں یہ قربانی اس لئے ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں وہاں اسلام کے بارے میں غلط تصور کو، غلط فہمیوں کو دنیا کے ذہنوں سے نکالیں اور دنیا کو بتائیں کہ مسلمانوں کی مساجد اور اسلام کی تعلیم دنیا میں فساد اور تباہی کا ذریعہ نہیں بلکہ دنیا وآخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں قائم کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اور اس کا حق ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد ہماری تربیت کے لئے بھی اور تبلیغ کے لئے بھی انتہائی اہم ہے۔...... ہمارے وسائل ایسے نہیں کہ ہر جگہ جلد سے جلد مسجد بنا سکیں اس لئے مسجد بنانے میں، تعمیر کرنے میں یہ جو رضا کارانہ کام، والنٹیئرز کا کام شروع کیا ہے یہ ایک اچھی روایت قائم کی ہے اسے اب جاری بھی رکھنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے رقم بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو دیکھ کر شکر کے جذبات سے پُر ہیں اور آج یہاں کے رہنے والوں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر میں بڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مسجد عطا فرمائی ہے۔ ایک ایسا گھر عطا فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور خدائے واحد کی عبادت کیلئے ہے۔ بیشک یہ گھر ہے تو خدا تعالیٰ کا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فائدے کیلئے یہ گھر نہیں بنایا۔ اس کا فائدہ بھی ان لوگوں کو ہو رہا ہے اور ہوتا ہے جو اس میں آتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اور مسجدوں کی تعمیر پر شکر ادا کرنے کا طریق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے وہ اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ 'اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں'۔''

پس اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان جو ایک مومن ہونے کی اور مسلمان ہونے کی بنیادی شرط ہے یہ تو ضروری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیام نماز بھی ضروری ہے۔ اور قیام نماز کیا ہے؟ یہ پانچ وقت مقررہ وقت پر نماز باجماعت کے لئے آنا ہے۔ قیام نماز کا مطلب ہی یا نماز کے قائم کرنے کا مطلب ہی باجماعت نماز ادا کرنا ہے۔...... یہ بنیادی چیز ہے۔ اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

(مسجد محمود ریجائنا کینیڈا کے افتتاح کے موقع پر ارشاد فرمودہ خطبہ جمعہ سے ماخوذ)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

❁ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرتا ہے وہ جنت میں اپنے لئے گھر تعمیر کرتا ہے۔(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب من بنی مسجداً حدیث 450)

❁ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوہریرہ تقویٰ اختیار کرو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تو صحیح مومن بن جاؤ گے۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد باب الورع حدیث نمبر 4207)

❁ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے اللہ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ اور جو شخص کسی کی تکلیف اور بے چینی اس دنیا میں دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیف اور بے چینی اس سے دور کر دے گا۔

(بخاری کتاب المظالم باب لایظلم المسلم المسلم حدیث نمبر:2262)

❁ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھے تمہارے متعلق بتایا گیا ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور تمہارا دل تھک جائے گا۔ دیکھو تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور آرام بھی کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب مایکرہ من ترک قیام اللیل حدیث نمبر:1085)

❁ حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں تمہارے غرباء کی وجہ سے ہی رزق دیا جاتا ہے اور نصرت عطا کی جاتی ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الجھاد باب فی الاستفتاح حدیث نمبر:1624)

❁ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مظلوم کی دادرسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے 73 بخششیں لکھ دیتا ہے۔ جن میں سے ایک بخشش دنیا میں اس کے تمام امور کی اصلاح کی ضامن بن جاتی ہے اور باقی 72 قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا موجب بن جائیں گی۔

(مسند ابو یعلیٰ جلد 7 صفحہ 255 حدیث نمبر:4266)

❁ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تین آدمیوں کا قیامت کے دن دشمن ہوں گا وہ شخص جس نے اللہ کے نام پر کوئی عہد کیا اور پھر اس کو توڑ دیا اور وہ شخص جس نے کسی آزاد کو غلام بنا لیا اور اس کو بیچ کر قیمت لے لی اور وہ شخص جس نے کسی مزدور سے خوب خدمت لی اور اس کا حق نہ دیا۔(صحیح بخاری کتاب البیوع باب اثم من باع حرًا حدیث نمبر 2075)

❁ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے خادم کے ساتھ کھانا تواضع اور انکساری کی علامت ہے۔ اور جو خادم کے ساتھ کھاتا ہے جنت اس کی مشتاق ہوتی ہے۔

(فردوس الاخبار جلد اول ص162 حدیث نمبر 436 شیرویہ بن شھردار الدیلمی)

کلام الامام علیہ السلام

✵ ''اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑگئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض لِلّٰہ اسے کیا جاوے۔نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 119۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

✵ ''قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصنِ حصین ہے۔ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں۔''

(ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

✵ ''سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئی محض سمجھے اور آستانہ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے۔ جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 213۔ایڈیشن 2003۔انڈیا)

فرمودات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مساجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانی اور دیگر خدمات کی توفیق پانے والے رضا کاروں کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بغیر نوازے نہیں چھوڑتا۔کبھی جلدی عطا فرماتا ہے، کبھی دیر سے۔......

افریقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی لوگ ہیں جو بڑی بڑی مساجد بنا کر دیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب مَیں غانا میں تھا تو ایک شہر جس میں کچھ عرصہ مَیں رہا ہوں اس کا نام ٹمالے (Tamale) ہے۔اس میں ہماری ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ کچے بلاکس کی بنی ہوئی مسجد تھی جس پر اندر باہر پلستر کر کے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جب میں خلافت کے بعد پہلے دورے پر غانا گیا ہوں تو ٹمالے بھی گیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی دو منزلہ مسجد ہے، جو یہ آپ کی مسجد ہے اس سے قریباً تین گنا بڑی ہوگی۔ ساتھ اس کے دفاتر وغیرہ بھی ہیں۔اور مجھے بتایا گیا کہ ہمارے ایک احمدی نے اس کا سارا خرچ برداشت کیا۔اور یہ بھی مجھے پتا ہے کہ ان کے لئے اتنا آسان نہیں تھا۔تین چار سال میں انہوں نے اس کی payment کی۔......تو یہ مزاج جیسا کہ میں نے کہا احمدیوں کا ہر جگہ ہے۔افریقن لوگوں کے متعلق ہم عموماً سمجھتے ہیں کہ شاید غربت کی وجہ سے ان میں لالچ ہو لیکن جب ان کے پاس پیسے آتے ہیں تو جو قربانی کے معیار وہ قائم کرتے ہیں وہ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہر جگہ یہ مزاج ہے کہ خدا تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا جائے اور اس کے لئے قربانی کی جائے۔

پاکستان میں ہم مساجد تعمیر نہیں کر سکتے۔بعض دفعہ مجھے لوگ بڑی بے چینی سے لکھتے ہیں کہ دعا کریں ہم مسجد بنا لیں۔قانون کی وجہ سے مسجد تو بنا نہیں سکتے، کم از کم ایک ہال میسر آ جائے جہاں اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھ سکیں۔ منارہ اور گنبد تو دُور کی بات ہے، مسجد بنانے کیلئے سادہ محراب بھی نہیں بنا سکتے کہ کمرے کی شکل میں آگے محراب نکال دیں۔ بلکہ بعض جگہ تو ایسی سختی ہے کہ قبلہ رُخ کوئی عمارت بھی ہم نہیں بنا سکتے۔لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں باہر دنیا کے ممالک میں ایسا نواز رہا ہے کہ ہمارے تصور اور کوشش سے بھی بڑھ کر یہ اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہیں اور مساجد بنانے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔پس ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو دیکھ کر شکر کے جذبات سے پُر ہیں اور آج یہاں کے رہنے والوں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر میں بڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مسجد عطا فرمائی ہے۔ایک ایسا گھر عطا فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور خدائے واحد کی عبادت کیلئے ہے۔ بیشک یہ گھر ہے تو خدا تعالیٰ کا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فائدے کیلئے یہ گھر نہیں بنایا۔اس کا فائدہ بھی ان لوگوں کو ہو رہا ہے اور ہوتا ہے جو اس میں آتے ہیں۔پس یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اور مسجدوں کی تعمیر پر شکر ادا کرنے کا طریق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے وہ اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ 'اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں'۔''

(مسجد محمود ریجائنا کے افتتاح کے موقع پر خطبہ جمعہ فرمودہ 4نومبر 2016ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے چند معلومات

(مرتبہ: شیخ فضل عمر)

سوال: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کب ہوئی؟

جواب: 13فروری 1835ء کو۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والدین کے اسماء کیا تھے؟

جواب: حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ

سوال: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو پہلا الہام کب ہوا؟

جواب: پہلا الہام 1865 میں ہوا: ثَمَانِیْنَ حَوْلاً اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِیْدُ عَلَیْہِ سِنِیْنًا وَتَریٰ نَسَلًا بَعِیْدًا۔ (ترجمہ: تیری عمراسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تُو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دُور کی نسل دیکھے گا۔)

سوال: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماموریت کا پہلا الہام کب ہوا؟

جواب: مارچ 1882ء کو الہام ہوا: قُلْ اِنِّی اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

سوال: حضرت مسیح ناصریؑ کے ارحاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارحاص کون تھے۔ (ارحاص سے مراد وہ وجود ہے جو کسی دوسرے وجود سے پہلے اس کے لئے بطور علامت اور نشان ہو)

جواب: حضرت مسیح ناصریؑ کے ارحاص حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے جن کا نام انجیل میں یوحنا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارحاص حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ تھے۔

سوال: حضور علیہ السلام کے خلاف سب سے پہلا مقدمہ کب اور کس نے کیا؟

جواب: 1877ء میں ایک عیسائی رلیہ رام نے کیا۔ یہ''مقدمہ ڈاک خانہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

سوال: آپؑ نے پہلی بیعت کب اور کہاں لی؟

جواب: 23مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں آپؑ نے پہلی بیعت حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان پر لی۔

سوال: پہلے دن کتنے احباب نے اور سب سے پہلے کس نے بیعت کی؟

جواب: پہلے دن چالیس افراد نے بیعت کی اور سب سے پہلے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے بیعت کی۔

سوال: جماعت احمدیہ کا نام جماعت احمدیہ کب رکھا گیا؟

جواب: جماعت احمدیہ کا نام 1901ء میں مردم شماری کے موقعہ پر رکھا گیا۔

سوال: حضرت مسیح موعودؑ کی کل کتنی تصنیفات ہیں۔ پہلی اور آخری تصنیف کا نام بتائیں؟

جواب: کل تصنیفات 85 ہیں۔ پہلی براہین احمدیہ حصہ اول دوم 1880ء میں شائع ہوئی اور آخری پیغام صلح 1908ء میں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر ہوشیارپور تاریخ احمدیت میں کیوں مشہور ہے؟

جواب: یہ سفر آپؑ نے 1886ء میں کیا۔ آپؑ نے وہاں چالیس دن تک علیحدگی میں عبادت کی اور اس دوران آپ کو مصلح موعود کی عظیم بشارت دی گئی۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کب کیا؟

جواب: حضور علیہ السلام نے 1890ء میں دعویٰ مسیحیت فرمایا اور 20 مئی 1891ء کو دعویٰ مہدویت کیا۔

سوال: جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ کب اور کہاں ہوا؟

جواب: پہلا جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1891ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا۔

سوال: چاند اور سورج گرہن کا نشان کب ظاہر ہوا؟

جواب: آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہندوستان یعنی مشرقی کرّہ میں 13 رمضان 1311 ہجری (یعنی 21مارچ 1894ء) کو چاند گرہن اور 28رمضان 1311 ہجری (6اپریل 1894ء) کو سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔ جبکہ امریکہ یعنی مغربی کرّہ میں اگلے سال کے رمضان المبارک کی انہی تواریخ کو 11مارچ 1895ء کو چاندگرہن اور 26مارچ 1895ء کو سورج گرہن ہوا۔

سوال: جلسہ مذاہب عالم کب اور کہاں منعقد ہوا؟

جواب: 26 تا 29 دسمبر 1896ء کو بمقام لاہور منعقد ہوا۔

سوال: جلسہ مذاہب عالم پر کیا نشان ظاہر ہوا؟

جواب: اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون لکھا اور جلسہ سے پہلے یہ اعلان کردیا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میرا یہ مضمون سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے آپؑ کا تحریر کردہ یہ مضمون پڑھا تو سب نے بالاتفاق اقرار کیا کہ آپؑ کا مضمون سب پر بالا رہا۔ یہ مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے شائع شدہ ہے)

سوال: الہام''شاتان تذبحان''(دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) سے کیا مراد ہے؟

جواب: حضورؑ کے اس الہام میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی دردناک شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

سوال: ایسے پانچ مخالفین کے نام مع سن ہلاکت بتائیں جن کی موت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہوئی؟

جواب: (1) پادری عبداللہ آتھم 1896ء۔ (2) پنڈت لیکھرام پشاوری 1897ء (3) منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور 1907ء۔ (4) سعداللہ لدھیانوی 1907ء (5) ڈاکٹر الیگزانڈر ڈوئی آف امریکہ 1907ء

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی زبانوں میں ہونے والے الہامات میں سے ایک ایک الہام لکھیں؟

جواب: عربی الہام:''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ''۔ (ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟)۔ فارسی الہام:''مکن تکیہ برعمر ناپائیدار''۔ (ترجمہ: اس ناپائیدار زندگی کا بھروسہ مت کرو۔)۔ انگریزی الہام: "I shall give you a large party of Islam"۔ (ترجمہ: مَیں ضرور تمہیں ایک بہت بڑی مسلم جماعت عطا کروں گا)۔ اور اردو الہام:''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کردے گا''۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی الہامی دعا بتائیں جسے آپؑ نے کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہو۔

جواب: رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔

باقی صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برطانوی شاہی خاندان کو دعوت الی اللہ

(مرتبہ: لئیق احمد طاہر مبلغ سلسلہ یو کے)

''تحفۂ قیصریہ''

جون 1897ء میں ملکہ وکٹوریہ (1901-1819ء) کی ساٹھ سالہ ڈائمنڈ جوبلی منائی گئی اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے 27 مئی 1897ء کو ''تحفۂ قیصریہ'' کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام دی گئی۔حضور نے ملکہ کو یہ تجویز پیش فرمائی کہ

1۔انگلستان میں وسیع پیمانہ پر ایک ''جلسۂ مذاہب'' منعقد کرایا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں جیسا کہ قیصر روم نے ایک مرتبہ عیسائی فرقوں کے نمائندوں کا جلسہ منعقد کرایا تھا۔اس مجوّزہ جلسہ میں ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے، اگر ملکہ نے ایسا جلسہ منعقد کروادیا تو یہ ہماری ملکہ معظّمہ کی طرف سے ایک روحانی یادگار ہوگا اور انگلستان جس کے کانوں تک بڑی خیانت کے ساتھ اسلامی تعلیمات پہنچائی گئی ہیں اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیم سے روشناس ہوگا۔

2۔اگر ملکہ چاہے گی تو اس کی حضرت مسیح ناصریؑ سے کشفی طور پر ملاقات بھی کرادی جائے گی۔حضورؑ نے فرمایا: ''یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ، تثلیث اور ابنیّت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افتراء جو اُن پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی طالب حق نیت کی صفائی سے ایک مدت تک میرے پاس رہے، اور وہ حضرت مسیح کو کشفی طور پر دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے اور ان کی نسبت ان سے گواہی بھی لے سکتا ہے۔کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے''۔

(تحفہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد نمبر12 صفحہ21)

3۔اگر ملکہ حضور سے کوئی نشان دیکھنا چاہے تو......فرمایا:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ ظاہر ہو جائے''

(حاشیہ تحفۂ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد نمبر12 صفحہ24)

''ستارہ قیصریہ''

'تحفہ قیصریہ' کے دوسال کے بعد 24 اگست 1899ء کو یہ رسالہ شائع فرمایا اور ایک بار پھر انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ کو متذکرہ بالا جلسہ مذاہبِ عالم منعقد کرانے کی طرف توجہ دلائی۔حضورؑ نے 27 دسمبر 1899ء کو حکومت انگلستان کے لئے اتمام حجت کے طور پر ایک میموریل بھی شائع فرمایا جس میں جلسہ مذاہب منعقد کرانے کی طرف نہایت زوردار الفاظ میں توجہ دلائی۔نیز فرمایا کہ تمام مذاہب کے نمائندے اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اپنے مذہب کی سچائی کے ثبوت میں ایک سال کے اندر کسی نشان کی پیشگوئی کریں۔

خدا تعالیٰ کے اس جری پہلوان نے مزید لکھا: اگر جلسہ کے بعد......ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ 145)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ملکہ وکٹوریہ کے نام تبلیغی خط

حضورؑ نے ملکہ وکٹوریہ کو ایک بار پھر دعوت اسلام دیتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف'' آئینہ کمالات اسلام'' میں عربی میں ایک خط لکھا جس میں فرمایا:

(ترجمہ)= ''اے ملکہ ہند! (اللہ کرے کہ) آپ ہر نقصان سے محفوظ رہیں اور ہر گزشتہ مصیبت آپ کو بھلا دی جائے۔آپ نے مسلمانوں کو تھکا دینے والے غموں سے نجات دی ہے اور ان کے لئے آپ نے نایاب موتیوں کی سیپیاں نکالی ہیں۔ہم نے ہمیشہ آپ کی طرف سے دلوں کی راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور دکھوں کو دُور کرنا ہی دیکھا ہے۔کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہو جاتیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے اور آپ کے دل کی ہر تمنا پوری کرے۔مسلمانوں کی نسلیں آپ کے احسانوں کو نہ بھولیں گی اور قرآن کے ماننے والے کے رجسٹروں سے آپ کا نام کبھی نہ مٹایا جائے گا۔زمانہ ختم ہو جائے گا لیکن آپ کے کارہائے نمایاں کا ذکر ختم نہ ہوگا۔پس اے ذلیل کئے جانے والوں پر احسان کرنے والی ملکہ! آپ کو مبارک ہو۔

اے ملکہ عالیہ! میں نے اپنے دل میں آپ کے کمالات کے بارے میں سوچا تو جانا کہ آپ بہت زیرک ہیں۔آپ کی رائے پُر پیچ مسائل کی گھاٹیوں میں سے ایسی آسانی سے گزر جاتی ہے جیسے بادل گزرتے ہیں اور آپ کی فراست گہری باتوں کی تہہ تک عقابی سرعت کے ساتھ جا پہنچتی ہے۔آپ کو باریک نکات کا استنباط کرنے میں یدطولیٰ حاصل ہے اور حقائق کی تحقیق و تفتیش میں آپ نے روشن نمونے چھوڑے ہیں اور اللہ کے فضل سے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو صحیح راستوں کا تتبع کرنے میں درست طریق پر قائم رہتے ہیں اور غلطی نہیں کھاتے۔

اے ملکہ! آپ ہر جوہرِ خالص کی تہہ تک پہنچ جاتی ہیں اور اپنی گہرائی فکر اور ذہن رسا کے ذریعہ انصاف کی باریک در باریک باتوں کا استنباط کرتی ہیں اور اس میدان میں آپ کے بڑے حسین و جمیل نمونے موجود ہیں اور تعریف کرنے والے آپ کی تعریف کرتے ہیں۔آپ کے کمالات اور صفات جن کی مہک تمام عالم میں پھیل چکی ہے کے حسن و جمال کا تصور کرنے کے بعد اب میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ میں آپ کو ایک عظیم امر کے بارے میں بتاؤں تا کہ اس کے ذریعہ ربّ کریم کے حضور آپ کا درجہ بلند ہو۔اور میں یہ بات اپنے جوشِ اخلاص کی وجہ سے بیان کر رہا ہوں کیونکہ میرا اخلاص تقاضا کرتا ہے کہ میں آپ کو اس بات کی طرف بلاؤں جس میں آپ کی بھلائی ہے اور شکریہ ادا کرنے کے تقاضوں کو فراموش نہ کروں۔یقیناً عملوں کا دارومدار تو نیتوں پر ہوتا ہے اور مخلص لوگ صدقِ نیت سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔کسی مخلص کے شایان شان نہیں کہ وہ اس بات کو مخفی رکھے۔جس میں اس

کے محسن کی بھلائی ہو بلکہ وہ تو اپنی ساری متاع اس کے سامنے رکھ دیتا ہے اور چھپانے والوں میں نہیں بنتا۔

اے جلیل القدر ملکہ عالیہ! مجھے اس بات سے سخت تعجب ہوا ہے کہ آپ اپنے کمالِ علم وفضل اور فراست کے باوجود دین اسلام کی انکاری ہیں اور اس دین پر اس طرح غور نہیں کرتیں جس طرح دوسرے اہم امور کو بنظرِ غائر دیکھتی ہیں۔آپ تو گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں بھی دیکھ چکی ہیں اور اب تو سورج چڑھ آیا ہے پھر اب آپ کو کیا ہوا ہے کہ سورج کی روشنی میں بھی نہیں دیکھتیں۔اے جلیل القدر ملکہ! اللہ آپ کی مدد کرے۔ یاد رکھیں کہ دینِ اسلام، انوار کا مجمع اور (روحانی) دریاؤں کا منبع اور پھلدار باغ ہے جبکہ ہر دوسرا دین اسی کا جز و اور حصہ ہے۔ پس اس دین کے حسن اور جمال اور اس کی خوبیوں اور اس کے باغ کی طرف دیکھیں اور ان لوگوں میں سے ہو جائیں جن کو اس میں سے بافراغت رزق دیا جاتا ہے اور اسی میں سے کھاتے پیتے ہیں۔ یقیناً یہی دین زندہ دین ہے اور اسی میں ہی سے سب برکات جمع ہوگئی ہیں اور اسی میں ہی نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ پاکیزہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور ناپاک باتوں سے روکتا ہے۔ جس نے اس کے خلاف کہا یا اس کے برعکس اظہار کیا اس نے جھوٹ بولا۔ اور ہم افتراء کرنے والوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ پس ان لوگوں کے حق کو چھپانے اور باطل کو پناہ دینے کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کردی اور ان کے سینوں سے فطرت کے انوار کو سلب کرلیا۔ پس وہ ان انوار میں سے اپنے حصہ کو بھول گئے اور تعصّبات اور اپنی کارستانیوں پر ہی خوش ہوگئے۔

اے ملکہ! یقیناً یہ قرآن سینوں کو صاف کرتا ہے اور ان میں نور ڈالتا اور روحانی خوشی اور سرور عطا کرتا ہے۔ جس نے اس کی پیروی کی اس نے وہ نور پایا جو نبیوں نے پایا۔ مگر اس کے انوار سے صرف وہی بہرہ مند ہوسکتے ہیں جو زمین میں سرکشی اور فساد نہیں چاہتے اور اس کے انوار کی خواہش رکھتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں کھولی جاتی ہیں اور ان کے نفوس پاک کئے جاتے ہیں پس وہ یکا یک صاحبِ بصیرت ہوجاتے ہیں۔ اور میں اللہ کے فضل سے ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرقان حمید کے بعض انوار سے نوازا ہے اور انہیں قرآن کریم سے حظِّ وافر عطا کیا ہے۔ پس اس نے میرا دل روشن کردیا اور میرے نفس نے اپنی ہدایت اسی طرح پالی جس طرح کہ واصل باللہ لوگ اسے پاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد میرے ربّ نے مجھے دعوتِ خَلق کے لئے بھیجا اور مجھے بہت سے روشن نشانات دیئے تاکہ میں اس کی مخلوق کو اس کے دین کی طرف بلاؤں۔ پس مبارک ہو انہیں جو مجھے قبول کرتے ہیں اور موت کو یاد رکھتے ہیں یا نشانات طلب کرتے ہیں اور پھر انہیں دیکھنے کے بعد ایمان لے آتے ہیں۔

اے ملکہ عالیہ! یقیناً تیرے اوپر دنیا کی نعمتوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہوا ہے، پس اب تو آخرت کی بادشاہت کی طرف رغبت کر اور توبہ کر اور اس خدائے واحد کی فرماں بردار ہوجا جس نے نہ کوئی بیٹا اختیار کیا اور نہ ہی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس کی بہت زیادہ بڑائی بیان کر۔ کیا تم اس (خدا) کے سوا ایسے معبود اختیار کرتے ہو جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے؟ اور اگر تُو اسلام کے بارے میں کسی شک میں ہے تو میں اس کی صداقت کے نشانات دکھانے کے لئے تیار ہوں۔ وہ (خدا) ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔ جب میں اس سے دعا کرتا ہوں تو وہ میری دعا قبول کرتا ہے اور جب میں اسے پکارتا ہوں تو میری پکار کا جواب دیتا ہے اور جب میں اس سے مدد مانگتا ہوں تو وہ میری مدد فرماتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ہر میدان میں میری مدد کریگا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ پس کیا تُو قیامت کے دن کا خوف کرتے ہوئے میرے نشانات دیکھنے اور میری سچائی اور راستبازی کا مشاہدہ کرنے کی خواہش رکھتی ہے؟

اے ملکہ! توبہ کر۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ توبہ کر۔ میری بات سن۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ میری بات سن۔ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں اور تیری ہر ایک چیز میں برکت ڈالے اور تو ان لوگوں میں سے ہوجائے جن پر رحم کیا جاتا ہے۔ پس اگر مَیں آزمائش میں جھوٹا نکلا تو اللہ کی قسم میں اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے قتل کردیا جائے یا صلیب دیا جائے یا میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور مجھے ان لوگوں سے ملا دیا جائے جو ذبح کردیئے جاتے ہیں۔ لیکن میرا صدق ظاہر ہوجائے تو پھر مَیں آپ سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ آپ اُس کی طرف رجوع کریں جس نے آپ کو پیدا کیا اور آپ کی ربوبیت فرمائی اور آپ کو عزت دی اور آپ کو وہ سب کچھ دیا جو آپ نے مانگا۔ پس اے عظیم سلطنت کی ملکہ اور قیصرہ ہند، میرے پیغام کو سن اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کے دل حق کے ذکر سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور پھر وہ اعراض کرتے ہیں اے جلیل القدر ملکہ عالیہ، اللہ تیرے غم دور کرے اور تیری اور تیرے لختِ جگر کی عمر دراز کرے اور تجھے عافیت بخشے اور تجھے دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے، میں نے یہ نصائح تجھ پر اور تیری نسلوں پر محض رحم کھاتے ہوئے لکھی ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ تجھے رات کی برکات اور دن کی برکات اور مملکت کی برکات اور میدان جنگ کی برکات نصیب ہوں۔

اے زمین کی ملکہ! تُو سلامت رہے، تُو اسلام قبول کرلے۔ اسلام قبول کرلے۔ اللہ تجھے قیامت کے دن تک اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے اور تو دشمنوں سے سلامت اور محفوظ رہے اور اللہ کی طرف سے حفاظت کرنے والے تیری حفاظت کریں۔

اے ملکہ عالیہ، میں ایک ایسا شخص ہوں جسے اللہ نے دنیا سے آخرت کی طرف کھینچا ہے اور میں اس سے اس دنیا میں صرف دونانِ جویں اور ایک کوزہ آب مانگتا ہوں۔ اس نے میرے دل کو نفسانی خواہشات سے علیحدہ کردیا ہے۔ میں نہ کسی بڑائی کا طالب ہوں، نہ ہی کوئی دنیاوی فضیلت یا زیب و زینت چاہتا ہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوجاؤں جن کیلئے جنت میں تخت بچھائے جائیں گے اور انہیں اس کی نعمتوں میں سے رزق دیا جائے گا اور وہ حظیرۃ القدس کے باغات میں کھائیں پئیں گے۔

اے ملکہ! میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنا عرفان بخشا ہے اور اپنے نور اور اپنی روشنی اور اپنی چمک سے نوازا ہے۔ اس نے آسمانوں کی بادشاہت مجھ پر ظاہر کی ہے اور اسکی محبت میرے دل میں ڈالی ہے۔ اس نے مجھے زمین کی بادشاہت دکھائی اور اس کی نفرت میرے دل میں ڈالی اور میرے خیال تک کو اس سے پھیر دیا ہے۔ پس آج یہ دنیاوی بادشاہت میری نگاہ میں ایک مردار یا اس سے بھی زیادہ بدبودار چیز کی طرح ہے اور یہی حال دنیوی زندگی کی زینت اور مال اور اولاد کا ہے۔

اے ملکہ! میں اپنے کلام کے آخر پر آپ کو خالصۃً للہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان آپ کے اہم دست و بازو ہیں اور ان کو آپ کی مملکت میں ایک خصوصیت حاصل ہے

جسے آپ سمجھتی ہیں۔ پس آپ مسلمانوں کو خاص نظر سے دیکھیں اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ ان کی دلجوئی کریں اور ان میں سے اکثر کو اپنے مقربین میں شامل کریں۔ ان کو لازماً دوسروں پر ترجیح دیں اور ان کے ساتھ خصوصی برتاؤ کریں۔ اسی میں ہی برکتیں اور فائدے ہیں۔ ان کی خوشی کے سامان کریں کیونکہ آپ ان کی زمین میں آئی ہیں۔ ان کی دلداری کریں کیونکہ آپ ان کے گھر میں اُتری ہیں اور اللہ نے آپ کو ان کا ملک دیا ہے جس پر انہوں نے آپ کے حساب کے مطابق قریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے پس تو اپنے ربّ کا شکر ادا کر اور خدا کو خوش کرنے کے لئے ان پر خرچ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اور وہ شکر کرنے والوں کا زمانہ لمبا کر دیتا ہے۔

اے ملکہ عالیہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور مجھے ان کی طرف سے فساد کی بو محسوس نہیں ہوتی، نہ ہی میں ان میں دشمنی کی آگ دیکھتا ہوں۔ یقیناً وہ آپکے پیادے بھی ہیں اور گھڑ سوار بھی، جو جاں نثاری اور اطاعت کی شرائط پوری کرنے کے لئے تیار ہیں اور آپ کی خاطر نشیب و فراز کی تمام سختیوں کو برداشت کرنے والے ہیں۔ بلکہ وہ آپ کی پیش قدمی اور کوچ کے موقعوں پر آپ کے صفِ اول کے خدمت گزار ہیں اور فیصلہ کن اور حساس گھڑی میں آپ کے دست و بازو ہیں۔ آپ کا اشارہ ان کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے اور آپ کی اطاعت کرنا ان کے لئے باعث غنیمت ہے۔ آپ ان کی طرف سے غداری دیکھیں گی نہ حیلہ جوئی۔ لیکن اے قیصرہ ہند، یہ ایک ایسی قوم ہے جسے بڑی شان و شوکت حاصل تھی اور ان کے پاس تخت و تاج رہے ہیں۔ وہ بت پرستوں پر اس طرح حکومت کرتے تھے جس طرح چرواہے گلوں پر۔ مگر ان کی بداعمالیوں کے باعث ان کے دن الٹا دیئے گئے اور سکھوں اور ان کے بھائیوں کے ہاتھوں ان پر ظلم ہوئے۔ وہ تیری حکومت کے اس طرح منتظر تھے جس طرح روزے دار عید کے چاند کے منتظر ہوتے ہیں اور وہ تیری عنایت کا اس طرح انتظار کر رہے تھے جیسے ایک حاملہ خوش بخت بیٹے کی ولادت کا انتظار کرتی ہے۔ وہ تیری آمد سے اپنی فتح کی امید لگائے بیٹھے تھے۔ ان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب انہیں شاہانہ شان و شوکت اور اختیارات حاصل تھے۔ پس اس عظمت رفتہ کی یاد بعض اوقات ان کے دلوں میں آتشِ حسرت پیدا کرتی ہے۔ یقیناً پرانی عادات کو چھوڑنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ آپ سے خیر خواہی کی نیت سے کہا ہے اور اعمال کا دارومدار تو نیتوں پر ہی ہوتا ہے۔ خدا کی قسم، ان کی تکریم کرنے اور انہیں مناصب اور انعامات دے کر ان کی عزت ان کی طرف لوٹانے میں ہی تمام بھلائی ہے۔ مَیں ان کا قلع قمع کرنے اور انہیں سانپوں کی طرح قتل کرنے کے منصوبوں میں کوئی بھلائی نہیں دیکھتا۔ کسی بھی جان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ آسمانوں کے ربّ کے حکم کے بغیر مر جائے یا اسے ملک بدر کیا جا سکے۔

پس اے شفیق و معزز ملکہ! تُو اُن پر شفقت کر، اللہ تیرے ساتھ احسان کا سلوک فرمائے۔ اور اگر میری بات میں کوئی تلخی محسوس ہو تو درگزر سے کام لیجیو کیونکہ حق بات کسی قدر کڑواہٹ سے خالی نہیں ہوتی اور عفو و درگزر کی امید معزز لوگوں سے ہی کی جاتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کو تنگدستی اور مفلسی نے آلیا ہے اور امراء کی اولادوں کے گھروں میں سوائے سنگ و خشت کے کچھ نہیں بچا۔ سروں سے پگڑیاں گر گئی ہیں اور رہن رکھنے کے لئے چند خالی برتنوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ ایک وقت تھا کہ یہ جاہ و حشمت اور مال و متاع والے تھے مگر آج ان کے اپنے دست و پا ہی ان کے خدمت گزار رہ گئے ہیں۔ گردش ایام کی وجہ سے میں انہیں مدہوشوں کی طرح پاتا ہوں حالانکہ وہ مدہوش نہیں بلکہ غم کی وجہ سے انہیں اسی چیز نے ڈھانپ لیا ہے جو لوگوں کو نہایت مصیبت کے وقت اور نجات کے راستوں کے بند ہو جانے پر ڈھانپ لیتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ آپ نہایت نیک دل اور جلیل القدر ہیں اور دنیا کے بادشاہوں میں آپ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیدار مغزی اور ہمت سے نوازا ہے۔ آپ سخت تکلیف اٹھا کر بھی اپنی رعایا کی ہمدردی کرتی ہیں۔ خود تو بہت کم آرام کرتی ہیں اور اپنا بیشتر وقت رعایا کی دیکھ بھال اور خیر خواہی کے لئے منصوبہ بندی میں صرف کرتی ہیں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتی ہیں تا کہ مخلوق آرام پائے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے ہندوستان میں اپنے نائبوں سے کہہ رکھا ہے کہ وہ مسلمان شرفاء کو دوسروں پر ترجیح دیں اور انہیں خاص عزت کی نظر سے دیکھیں اور انہیں خاص طور پر اپنے مقربین میں شامل کریں۔ لیکن ان نائبوں نے مسلمانوں کے ساتھ بھی دوسروں جیسا سلوک کیا ہے اور ان کے عزت افزائی میں مضمر فوائد کا کما حقہ خیال نہیں رکھا۔ بلکہ اُن کے دلوں میں یہ خیال تک بھی نہیں گزرا کہ وہ ان کے بوسیدہ کپڑوں کی طرف دیکھیں بلکہ وہ تو انہیں ایذا پہنچا رہے ہیں۔

یہ تو میں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کے بارے میں کسی قدر بیان کیا ہے۔ جہاں تک ان بت پرستوں کا تعلق ہے جو اپنے آپ کو ہندو اور آریہ کہتے ہیں وہ تو ایسی قوم ہیں جنہوں نے غلاموں اور خادموں کی طرح اپنی عمریں بِتائی ہیں اور صدیوں تک گمنامی اور بے نامی کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔ اے جلیل القدر ملکہ! آپ جانتی ہیں کہ ایک عرصہ دراز سے ان کی تمام طاقتیں سلب ہو چکی ہیں اور وہ سخت بزدل اور بے ہمت ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کی جلدیں داغدار ہو چکی ہیں۔ ان کے لشکر پسپا کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی لگامیں کھینچ دی گئی ہیں اور ان کی کمرِ ہمت توڑ دی گئی ہے۔ پس انہیں جدھر ہانکا جائے بلا چون و چرا چل پڑتے ہیں اور کوئی عذر نہیں کرتے۔ وہ عزت افزائی نہیں چاہتے۔ ان کے دلوں میں غلامی کی بزدلی ہے اس لئے وہ بہادر نہیں بن سکتے۔ اس میں راز یہ ہے کہ مسلسل کئی صدیوں سے وہ دوسروں کے لئے خدمت کی سواری بن کر رہے ہیں نہ کہ اہل حکومت۔ نیز مفلسی اور ہاتھ پھیلانے کے عادی ہیں نہ کہ اہلِ عزت و سلطنت۔ دوسری اقوام کے بادشاہوں نے پے در پے ان پر حکومتیں کی ہیں سو وہ اسی کے عادی ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کی مثال تو اس پانی کی طرح ہے جو ہمیشہ گہری نشیبی زمین کی طرف بہتا ہے۔ جبکہ پتھروں کی پرستش کرنے والے ان لوگوں کی مثال قوم لوط کی طرح ہے یا ان گدھوں کی طرح ہے جنہیں ہانکنے کے لئے کوڑے یا ایسے سونٹے کی ضرورت پڑتی ہے جسے اچھی طرح گھڑا گیا ہو۔ یہ لوگ تو بوسیدہ ہڈیاں ہیں اور ایسی قوم ہیں جو ہمیشہ لڑکھڑاتی رہی ہے اور اب تک لڑکھڑا رہی ہے۔ میں نے یہی دیکھا ہے، سو اللہ کی خاطر تیرے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے خلوصِ نیت کے ساتھ تیرے سامنے بیان کر دیا ہے اب فیصلہ تیرے اختیار میں ہے اور ہم تو اطاعت کرنے والے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 527 تا 540)

انفاق فِی سبیل اللّٰہ

(عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ایک عبد کے طور پر زندگی گزارتے ہوئے قربِ الٰہی کی سب راہوں کی پیروی کرتا رہے تا کہ جب اس دارالعمل سے دارالجزاء کی طرف منتقل ہو تو اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب قرار پائے اور رضائے الٰہی کی ابدی جنت میں داخل ہو سکے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے خدا تعالیٰ نے جو ذرائع اور وسائل انسان کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک اہم ذریعہ انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں، اس کی رضا حاصل کرنے کی خالص نیت سے خرچ کرنا ہے۔ اس مضمون میں، میں اسی موضوع پر چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

آیاتِ قرآنیہ

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے قرآن مجید کی صورت میں جو کامل شریعت اتاری اور جس کو ھدًی للناس بھی فرمایا اور بالخصوص ھدًی للمتقین بھی، اس میں ہر وہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے جس کی انسان کو اپنا مقصدِ حیات حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہو سکتی ہے۔ ان مضامین میں سے ایک اہم مضمون راہ خدا میں اپنے اموال کو خرچ کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس طرح تاکید اور وضاحت سے یہ مضمون قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس سے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس راہ کو اختیار کرنے سے ہی انسان اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ شروع کرتے ہی یہ آیات کریمہ ہماری توجہ کھینچتی ہیں جو سورۃ البقرہ کی ابتداء میں آئی ہیں۔ فرمایا:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرۃ:3)

کہ یہ قرآن کریم وہ عظیم موعود کتاب ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں اور یہ متقیوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہے۔ یہاں یہ سوال ذہنوں میں ابھرتے ہیں کہ آخر یہ متقی لوگ کون ہیں اور انسان متقی کیسے بن سکتا ہے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ عطا فرمایا: الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (سورۃ البقرۃ:4) کہ متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں

اس میں متقی لوگوں کی جو درحقیقت انجام کار فلاح پانے والے ہیں دو بنیادی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان نشانیوں سے ان کو خوب پہچانا جا سکتا ہے اور یہی وہ دو ذرائع بھی ہیں جن سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے انسان بالآخر اپنے مقصدِ حیات کو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت اور قربت پا لیتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے متلاشی اور تقویٰ کی لامتناہی راہوں کے سالک کی ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس طرح بسر ہوتا ہے کہ اس پر فنائیت کا مضمون صادق آتا ہے وہ اس حقیقت کا خوب عرفان رکھتا ہے کہ اس نے جو کچھ پایا محض اور محض خدا تعالیٰ کے فضل سے پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکتۂ معرفت کو کیا خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے:

؎ سب کچھ تیری عطا ہے، گھر سے تو کچھ نہ لائے

اس محکم یقین پر پوری طرح قائم ہو جانے کے بعد ایک بندۂ مومن کی ساری زندگی اس انداز میں گذرتی ہے کہ وہ اپنی ہر شے کو عطاء الٰہی یقین کرتے ہوئے پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ، پورے انشراح اور یقین کے ساتھ، راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اور خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔ اپنی جان، مال، وقت، عزت اور اپنی خداداد قوت و استعداد کا ایک ایک ذرہ اس راہ میں قربان کرتا چلا جاتا ہے اور سب کچھ قربان کر دینے کے بعد، اس کے دل کی گہرائیوں سے یہی آواز اٹھتی ہے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اس مضمون کو نہایت عارفانہ رنگ میں یوں بیان فرمایا ہے:

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پہ نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

دینی ضروریات کی خاطر راہ خدا میں اپنے اموال کو خرچ کرنے کا مضمون قرآن مجید میں بہت کثرت کے ساتھ بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے اور یہ وعدہ دیا کہ عالم الغیب خدا تمہاری ہر مالی قربانی کو خوب دیکھنے اور جاننے والا ہے اور وہ وہاب خدا ہے جو اس نیکی کی جزا گن گن کر نہیں بلکہ بے حساب دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اپنی جزاء کو لامتناہی رنگ میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کو جہاد قرار دیتے ہوئے تجارت کے رنگ میں ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورۃ الصف:14-11)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع نہ کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچائے گی؟ تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش

دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کردے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایک دوسری (بشارت بھی) جسے تم بہت چاہتے ہو۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب کی فتح ہے۔ پس تو مومنوں کو خوشخبری دیدے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے راہ خدا میں خرچ کرنے کی برکات کا بڑی جامعیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ دنیا میں ملنے والے انعامات، خدائی نصرت اور فتوحات کا بھی ذکر ہے اور آخرت میں عذاب الیم سے نجات، گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی ابدی جنتوں میں داخلہ کی نوید سنائی ہے۔ ظاہر ہے کہ مالی قربانیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے یہ سب افضال اس مجاہد فی سبیل اللہ کو ملتے ہیں اور اس کی جھولیاں دنیا وآخرت میں ان نعمتوں سے بھرپور رہتی ہیں۔

اسی مضمون کا ذکر ایک دوسری آیتِ کریمہ میں بھی ہے جس میں فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (سورۃ التوبہ:111)

''یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تاکہ اس کے بدلہ میں انہیں جنت ملے''۔

جس انسان کو صادق الوعد خدا تعالیٰ کی طرف سے جیتے جی جنت کی بشارت مل جائے وہ یقیناً اپنی منزل کو پا گیا۔ اسی آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مالی قربانیاں کرنے والے مجاہدین کو کتنے قطعی الفاظ میں بشارت دی ہے کہ اپنے خون پسینہ سے کمائے ہوئے رزقِ حلال کو میری رضا کی خاطر قربان کرنے والو! میں تمہیں کہتا ہوں: فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (سورۃ التوبہ:111) ''کہ تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اپنے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

ہمارے خدائے رحمٰن ورحیم کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ اسی نے ہمیں پیدا کیا، اسی نے زندگی دی، اسی نے مال کمانے کی طاقت اور توفیق عطا کی اور جب اسی کے فضل اور اسی کی عنایت سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصہ اسی کی خاطر قربان کیا جاتا ہے تو وہ ذرّہ نواز خدا اتنا خوش ہوتا ہے کہ جنت کی بشارت عطا فرماتا ہے۔ لاریب ایک بندۂ مومن کیلئے اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے جو فوزِ عظیم کہلا سکتی ہے؟

راہ خدا میں خرچ کرنے اور اور اس کارِ خیر میں سستی اور کاہلی سے بچنے کی پرزور تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (سورۃ البقرہ:255)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت۔ اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں''۔

اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم قرار دیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ آخرت میں ملنے والی فوزِ عظیم کے مقابل پر دنیا کی عارضی خوشی اور راحت کو مقدم کرنے والا انتہائی درجہ کا ظالم نہیں تو اور کیا ہے؟

احادیثِ نبویہ

چند آیاتِ قرآنیہ سے اکتسابِ فیض کے بعد آیئے اب ہم ان ارشادات سے برکت اور راہنمائی حاصل کرتے ہیں جو ہمارے محبوب آقا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے بیان فرمودہ ہیں۔

آنحضور ﷺ ایسے امّی نبی ہیں کہ آپؐ نے کسی انسان سے علم نہیں سیکھا، علیم و خبیر خدا خود آپؐ کا معلم تھا۔ معلمِ حقیقی نے آپ کو وہ علوم ومعارف سکھائے کہ آپؐ کل دنیا کے ہادی اور راہنما بن گئے۔ مالی قربانیوں کے موضوع پر بھی آپؐ نے اپنی امت کی بے نظیر راہنمائی فرمائی۔ چند ارشادات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ ایک ایک ارشاد توجہ سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے لائق ہے۔

☆ ایک حدیثِ قدسی میں مذکور ہے کہ ''اے ابنِ آدم! تو دل کھول کر راہِ خدا میں خرچ کر، اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر خرچ کرے گا''۔

(مسلم کتاب الزکاۃ حدیث نمبر 2308 باب الحث علی النفقۃ و تبشیر المنفق بالخلف)

☆ فرمایا: ''قابلِ رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس مال کو اس کے برمحل خرچ کرنے کی بھی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی''۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب انفاق المال فی حقہ)

☆ فرمایا: ''دولت مند وہ نہیں جس کے پاس زیادہ مال ہو بلکہ حقیقی دولت مند تو وہ ہے جو دل کا غنی ہو یعنی راہِ خدا میں دل کھول کر خرچ کرتا ہو''۔

(ترمذی ابواب الزھد، باب ماجاء ان الغنی غنی النفس)

☆ فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے''۔ (ترمذی باب فضل النفقۃ فی سبیل اللّٰہ)

☆ فرمایا: ''نیکی کے تمام دروازوں میں سے بہترین دروازہ صدقہ وخیرات کرنا ہے''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث 12663، کنز العمال رقم الحدیث 16015)

☆ فرمایا: ''ہر روز صبح سویرے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو بہتر بدلہ عطا کر اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال روکنے والے کے لئے ہلاکت اور بربادی مقدر کردے''۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب: قول اللہ تعالیٰ: فاما من اعطی واتقی۔ اللھم اعط منفق مال خلفاً)

جو لوگ نیک اور صالح اولاد کی نعمت سے محروم ہیں ان کے لیے مذکورہ بالا حدیث میں ایک عظیم نصیحت ہے:

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

☆ فرمایا: ''تمہارا اصل مال وہی ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھجوا چکے ہو۔ جو پیچھے باقی رہ گیا ہے وہ تو وارثوں کا مال ہے''۔

(مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان ان افضل الصدقۃ الصحیح الشحیح حدیث نمبر 2383)

☆ فرمایا: ''مسلمان آدمی کا صدقہ کرنا عمر بڑھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے''۔ (کنز العمال رقم الحدیث 16062)

☆ فرمایا: ''ہر امت کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ میری امت کی آزمائش مال میں ہے''۔ (ترمذی کتاب الزھد باب ماجآء ان فتنۃ ھذہ الامۃ فی المال)

☆ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا۔ اپنے روپئوں کی تھیلی کا منہ بخل کی وجہ سے بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کرو''۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا ایضاً باب الصدقۃ فیما استطاع)

قرآن مجید اور احادیث سے ملنے والی یہ راہنمائی اس حقیقت کو خوب آشکار

کرتی ہے کہ دین کی ضروریات کیلئے مالی قربانی قربِ الٰہی اور رضائے الٰہی پانے کا ایک قطعی اور یقینی ذریعہ ہے۔ان مالی قربانیوں کے نتیجہ میں ایک طرف تو قربانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا پیار نصیب ہوتا ہے تو دوسری طرف رحیم وکریم خدا اسی دنیا میں ایسے مخلص بندے کو نوازنا شروع کر دیتا ہے۔اپنی جناب سے اس کی جھولیاں فضلوں سے بھر دیتا ہے۔بے حساب عطا کرتا ہے۔اس کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔اسکی زندگی میں برکت دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کو اسی زندگی میں جنت کی سی کیفیت بھی عطا کر دیتا ہے اور خود اسکی ضروریات اور حاجات کا متکفل ہو جاتا ہے۔راہِ خدا میں مالی قربانیاں کرنے والوں کیلئے آخرت میں جنت کا حتمی وعدہ صادق الوعد خدا نے دے رکھا ہے جس میں کسی قسم کا تخلّف ممکن نہیں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے بعض ارشادات

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات اور ملفوظات میں انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بار بار اپنے ماننے والوں کو اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے آگاہ فرماتے ہوئے اس راہ میں آگے سے آگے بڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔اس وسیع ذخیرہ سے میں چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

علم ومعرفت اور روحانی تاثیر کے اعتبار سے ان زوردار ارشادات کا بہت عظیم مقام ہے۔بس ایسے دلوں کی ضرورت ہے جو ان کلمات کو اپنے نہاں خانۂ دل میں جگہ دیں۔آپؑ فرماتے ہیں:

''سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو **مادام الحیات** وقف کردے۔تاکہ وہ حیاتِ طیبہ کا وارث ہو۔''

(الحکم جلد4 نمبر29 مورخہ 16 اگست 1900 صفحہ 3، ملفوظات جلد دوم صفحہ 90)

''اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔'' (ملفوظات جلد9 صفحہ 360)

''جو شخص.....ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کرکے پورے اخلاق اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اِس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا ۔.....اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کردیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔

یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے۔بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لیے بلاتا ہے۔.....میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 498-497)

''میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔.....اگر تم کوئی نیکی کا کام بجالاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے۔اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 498)

''ہمارے نزدیک سب سے بڑی ضرورت آج اسلام کی زندگی ہے۔اسلام ہر قسم کی خدمت کا محتاج ہے۔اس کی ضرورتوں پر ہم کسی ضرورت کو مقدم نہیں کر سکتے۔.....آج سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اور بَن پڑے اسلام کی خدمت کی جاوے۔جس قدر روپیہ ہو وہ اسلام کی احیاء میں خرچ کیا جاوے۔'' (ملفوظات جلد2 صفحہ 327)

''ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔..... ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے..... ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہنچانا جاتا ہے۔عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 83)

''مال سے محبت مت کرو۔کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کو نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا'' (مجموعہ اشتہارات جلد3 صفحہ 318)

ایک جامع ارشاد

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے۔کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہوسکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو سکتے ہیں، نہ یہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں۔نہ مشن کھولے جاسکتے ہیں، نہ مربیان،

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام

(رانا عبدالرزاق خان۔ لندن)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

اِک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ اسلام کے خلاف ایک طرف بیرونی دُشمن دجال اور یاجوج ماجوج کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور دوسری طرف اندرونی طور پر خود مسلمانوں کی حالت ایسی ہوگی کہ دین دُنیا سے اُٹھ جائے گا۔ یعنی اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کو مسلمان مہجور کی طرح چھوڑ دیں گے۔

جہاں رسول پاک ﷺ نے اس فساد عظیم کا ذکر کیا وہاں یہ تسلی بھی دی کہ ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں امام مہدی کو مبعوث کرے گا۔ جو دین کو ثریا سے پھر واپس زمین پر لائے گا اور پھر دین اسلام کو زندہ کرے گا۔ آج ہم اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنّت کے مطابق:

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح ومہدی بنا کر خدمت اسلام کے لئے مبعوث کیا۔ آپ علیہ السلام ایسے زمانہ میں آئے جبکہ انگریزی دور حکومت پورے عروج پر تھا۔ اور عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ عیسائیت میں مشغول تھے۔ ان کی ترقی کی رفتار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف تیس سال کے عرصہ میں ہندوستان میں چار لاکھ عیسائیوں کا اضافہ ہوگیا۔ اور ہر جگہ خداوند یسوع مسیح کی صدا گونجنے لگی تھی۔ دوسرے طرف مسلمان الہام الٰہی کے منکر ہو رہے تھے اور علماء کا گروہ آپس میں تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ ایسے وقت میں اسلام کی بے بسی اور بے کسی کا نقشہ ایک شاعر نے یوں کھینچا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ان تاریکیوں میں جبکہ دنیا بزبان حال ایک مصلح ربانی کا مطالبہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے حال پر رحم فرما کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اُن خاص طاقتوں کے ساتھ بھیجا جو اس زمانہ کے روحانی مصلح کیلئے ضروری تھیں۔ آپ اسلام کے وہ قمر تھے جس نے سراج منیر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی لے کر اسے ساری دنیا میں پھیلایا۔ دنیا میں ایک ضلالت کا طوفان بر پا تھا مگر زمین و آسمان کے خدا نے طوفان زدوں کی دُعا کو سنا۔ اور

23 ؍مارچ 1989ء کو چالیس افراد حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان بمقام لدھیانہ حاضر ہو کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُس کشتی میں سوار ہوئے جسے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا نام دیا گیا۔ اس کے بعد اس کشتی میں پناہ لینے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور آج دنیا بھر میں کروڑوں احمدی مسلمان تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ میں اُس کا (خدا کا) اور اس کے رسول ﷺ کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں‘‘۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 519)

آپؑ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے مسلمانوں کو ایک بار پھر زندہ خدا پر یقین عطا کیا اور اپنے وجود کو پیش کر کے ثابت کیا کہ:

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

حدیث مبارکہ ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا وہ اس قدر مال تقسیم کرے گا کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے آپ نے خدمت اسلام میں اردو، فارسی اور فصیح و بلیغ عربی زبان میں اسّی سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن سے آسمانی رُوح بولتی تھی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔‘‘ (ازالہ اوھام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 566)

چنانچہ آپ نے اسلام کا محبوبانہ اور دلربا چہرہ دکھانے کے لئے علم وعرفان کے خزائن پانی کی طرح بہا دیئے اور کیا ہی خوب فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے قرآن مجید کے معانی بیان کرنے اور ان کے اصولوں کے بیان کرنے کے علاوہ اور بھی ہر ممکن ذریعہ سے قرآن کی خدمت کی ہے مثلاً آپ نے قرآن کی زبان عربی زبان کو اُمّ الالسنہ ہونا ثابت فرمایا۔ چنانچہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اُترنا ضروری تھا۔ کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا۔ لہٰذا قرآن شریف عربی زبان میں اترا۔ جو اپنے ہر ایک پہلو کے رُو سے کامل ہے‘‘۔ (آریہ دھرم صفحہ 8 حاشیہ)

عربی دان پیدا کرنے کے لئے آپؑ نے قادیان میں مدرسہ احمدیہ بھی قائم فرمایا۔ اور قرآن کریم کے متعلق اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی: ’’قرآن مجید کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ تمہاری اس میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ

آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا''۔ (کشتی نوح)

پس جماعت احمدیہ آج اسلام کی جو خدمت کر رہی ہے یہ کام دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی شروع کیا ہوا ہے۔ اور اس پودے کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی لگایا ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم سے حقیقی عشق تھا۔ پس اسی وجہ سے آپ ہر وقت قرآن ہی کا ذکر زبان پر رکھتے تھے۔ آپ کی تحریرات اور آپ کی تقاریر اس بات کی شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی نظمیں بھی قرآن کریم کی مدح میں لکھی ہیں۔

پس آپؑ آئے اور وہ سب کچھ کر دکھایا جو وعدوں میں مذکور تھا۔ آپؑ نے دنیا کو حقیقی اسلام دیا، زندہ خدا دیا، زندہ رسول سے رُوشناس کروایا اور زندہ کتاب پر زندہ یقین عطا کیا۔ صلیبی فتنہ کی تمام تر ترقی کو یکسر روک دیا۔ آپؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہ صرف قرآن و حدیث سے بلکہ عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید، تاریخی اور طبّی کتب سے ثابت کر کے عیسائیت کی بنیاد اُکھیڑ ڈالی۔ عیسائی دنیا کو بتایا کہ جس کو تم خدا مانتے ہو وہ سرینگر کشمیر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہے۔ آپؑ نے عیسائی عقائد کا اس زور سے مقابلہ کیا کہ آپ کے مخالفین بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ مرزا صاحب نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔

پھر آپؑ نے مسلمانوں کے بہت سے غلط عقائد کی اصلاح کی۔ آپؑ نے عملاً ثابت کیا کہ دعا محض عبادت نہیں بلکہ ایک زندہ اور زبردست طاقت ہے اور اہل اسلام کو الہام، جہاد اور جنت و دوزخ کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ آپؑ نے آسمانی نشانات سے دکھلایا کہ الہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے ورنہ اسلام بھی ایک مُردہ مذہب ہوتا۔ قرآن مجید کی جس آیت یا مقام پر مخالفین نے اعتراض کیا ان سب کا آپ نے ایسا خوبصورت اور لطیف جواب دیا کہ معترض کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ رہا۔ آپؑ نے بڑی تحدّی سے فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کا کوئی حکم اور آیت ٹل نہیں سکتی۔ مسلمانوں میں پائے جانے والے اس خوفناک گمان کی تردید کی کہ ایک خونی مہدی آئے گا اور کافروں کے قتل سے دین کو آگے بڑھائے گا۔ فرمایا:

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰے
عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پھر آپ نے لاہور میں ہونے والے جلسہ اعظم مذاہب میں اسلام کی تمام دیگر اَدیان پر برتری ثابت کی۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کے لئے سب سے بڑی خدمت آپ کی دن رات کی پُر درد دُعائیں تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے متعلق یہ الہام کیا کہ ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' اور آپ کو بشارت دی کہ آج سے تین صدیاں نہیں گزریں گی کہ ساری دنیا کی اکثریت احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کر لے گی۔ (تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 65-64)

حضرت محمد ﷺ کے عاشق صادق کی خدمت اسلام کا فیض آپ کے بعد بھی برابر جاری ہے۔ آپؑ کے ذریعہ سے ہی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا بابرکت نظام دوبارہ جاری ہوا اور اس طرح پھر سے مسلمانوں کو خلافت کے نظام کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع کیا گیا۔ خلافت دراصل نبوّت ہی کا تسلسل ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کے سپرد جو عظیم کام ہوتا ہے وہ اس کی محدود جسمانی زندگی میں پورا نہیں ہو سکتا۔ نبی تو کام کا آغاز کرنے آتا ہے۔ ایک تخم بونے آتا ہے جو پھر اس کے جانشینوں کے ذریعہ بڑھتا اور پھولتا ہے اور ساری دنیا پر محیط ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تکمیل اشاعت کا کام شروع ہوا اس کو خلافت کے سائے تلے آج ہم نے آگے بڑھاتے چلے جانا ہے۔ یہ کام مشکل ہونے کے باوجود آسان بھی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے۔ یہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی ہے کہ اسلام نے دنیا پر غالب آنا ہے اور ضرور آنا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ ہمیں وہ ہتھیار دے گئے ہیں جن کی ہمیں ضرورت تھی اور ان خزائن سے اپنی جیبیں بھرنے کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کو مالا مال کرنا ہے اور اس پیشگوئی کا مصداق بننا ہے:

''میرے فرقہ کے لوگ اسقدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے''۔

(تجلیات الٰھیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

اسلام کی فتح کے لئے ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ ہماری فتح کی کلید ہمارا خدا ہے ہم میں اور دوسروں میں طرّہ امتیاز ہمارا خدا سے تعلق ہے۔ اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام کے کام کو جاری رکھنا ہے تو ہمیں بھی خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرنا ہوگا۔ اس حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اسلام کی فتح حقیقی اسی میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اس طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلی خالی ہو جائیں۔ اور کوئی بُت اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے۔ اور بکلّی مرضیاتِ الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فناء کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے۔ یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالمات الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف بندوں کا آمرزگار ہوگا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 188-187)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت مخلص مرید، جلیل القدر صحابی اور سسر

حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ

(عبدالرحمٰن شاکر)

اُس شخص کے عزّ وشرف کا اندازہ کون کرسکتا ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کا بھی جائے ادب ہو۔

آپ کا اسم گرامی میر ناصر نواب۔ والد کا نام میر ناصر امیر اور والدہ کا نام روشن آرا بیگم تھا۔ سن پیدائش 1846 عیسوی تھا۔ ابھی عالم طفولیت میں ہی تھے کہ پہلی جنگ آزادی یا 1857ء کا غدر بپا ہوا۔ اُس وقت شہر دہلی اور اس کے مسلمان مکینوں پر انگریز اور سکھ سپاہیوں کے ہاتھوں جو آفت آئی وہ ناقابل بیان ہے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب کے والد 10 ستمبر 1854ء کو فوت ہوگئے۔ گو دادا صاحب زندہ تھے مگر وہ اسّی سالہ پیر تھے۔ جائیداد بھی کوئی نہ تھی۔ گھر میں جمع جتھا مطلق نہ تھا۔ غرضیکہ میر صاحب کی آزمائش یتیمی سے شروع ہوئی۔ غدر کا زمانہ، گھر سے بے گھر، دردر پھر رہے تھے۔ ایسی حالت میں تعلیم کا کسے ہوش ہوسکتا تھا۔ کچھ تعلیم آپ کے ماموں میر ناصر حسین صاحب نے دلوائی (جو محکمہ نہر میں بمقام مادھو پور نزد پٹھان کوٹ ملازم تھے جہاں سے نہر اپر باری دوآب دریائے راوی سے نکلتی ہے) اس طرح آپ اس قابل ہوگئے کہ محکمہ نہر میں پہلے نقشہ نویس اور بعد میں اوورسیئر بن گئے۔ اس طرح باعزّت روٹی کمانے لگے۔ آپ کی ملازمت کی ابتداء لاہور سے ہوئی یہ 1865ء کا واقعہ ہے۔ اتفاق سے محکمہ والوں نے ہر کارکن کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ یکصد روپیہ کی ضمانت پیش کرے۔ مشہور یہی ہے کہ محکمہ نہر والوں کے ہاں رزق کی کمی نہیں ہوتی کیونکہ اُوپر کی آمدنی سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔ مگر حضرت میر صاحب ضمانت پیش نہ کرسکے۔ کسی نے مشورتاً کہا بھی کہ کہیں سے قرض لے کر ضمانت کی رقم دیدیں تو آپ نے فرمایا کہ پھر قرض کہاں سے ادا کروں گا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ جب انگریز افسر کے سامنے کیس پیش ہوا کہ میر صاحب ضمانت پیش نہیں کرسکے تو اس نے اپنے اختیارِ خاص سے آپ کو ضمانت سے مستثنیٰ قرار دیدیا۔ اس اُکلِ حلال کی کمائی سے خداتعالیٰ نے 1865ء میں وہ صاحبزادی عنایت کی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زوجیت میں آنا تھا۔

کچھ عرصہ بعد میر صاحب کا تبادلہ موضع سٹھیانی جو قادیان سے آٹھ میل جانب شمال ہے ہوگیا۔ اسی سلسلہء ملازمت میں آپ کچھ عرصہ قصبہ کاہنووان اور موضع تتلے (متصل قادیان) میں رہائش پذیر رہے۔ یہ تمام گاؤں ضلع گورداسپور میں واقع ہیں۔

چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب سپرنٹنڈنٹ مال تھے وہ ہر ہفتے گورداسپور سے قادیان گھوڑے پر آیا کرتے تھے۔ تتلے میں میر صاحب نہر کُھدوا رہے تھے تو ان سے شناسائی ہوگئی۔ بقیہ واقعات حضرت میر صاحب کی اہلیہ محترمہ المعروف نانی امّاں صاحبہ کی زبانی سنئے جو انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے بیان فرمائے۔ حضرت میاں صاحب بیان فرماتے ہیں:

''خاکسار کی نانی اماں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب تمہارے نانا جان کی اس نہر کے بنوانے پر ڈیوٹی لگی جو قادیان سے جانب غرب دو اڑھائی میل کے فاصلے پر سے گزرتی ہے تو اُس وقت تمہارے تایا مرزا غلام قادر کے ساتھ اُن کا کچھ تعارف ہوگیا اور اتفاق سے اُن دنوں میں کچھ بیمار ہوئی تو تمہارے تایا نے میر صاحب سے کہا کہ میرے والد بہت ماہر طبیب ہیں آپ اُن سے علاج کرائیں۔ چنانچہ تمہارے نانا مجھے ڈولے میں بٹھا کر قادیان لائے۔ جب میں یہاں آئی تو نیچے کی منزل میں تمہارے تایا مجلس لگائے بیٹھے تھے اور کچھ لوگ آس پاس بیٹھے تھے اور ایک نیچے کی کوٹھڑی میں تمہارے ابّا (حضرت مسیح موعودؑ) ایک کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور اُوپر کی منزل میں تمہارے دادا صاحب تھے۔ تمہارے دادا نے میری نبض دیکھی اور نسخہ لکھ دیا اور پھر میر صاحب کے ساتھ اپنے دلّی جانے اور وہاں حکیم محمد شریف صاحب سے علم طِب سیکھنے کا ذکر کرتے رہے۔

اور اُس کے بعد جب دوسری مرتبہ قادیان آئی تو تمہارے دادا فوت ہوچکے تھے اور اُن کی برسی کا دن تھا (2 جون 1877ء) جو قدیم رسوم کے مطابق منائی جارہی تھی۔ چنانچہ ہمارے گھر بھی بہت سا کھانا وغیرہ آیا تھا۔ اس دفعہ تمہارے تایا نے میر صاحب سے کہا کہ آپ تتلہ (قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے) میں رہتے ہیں جہاں آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی اور وہ گاؤں بھی بدمعاش لوگوں کا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ہمارے مکان میں آجائیں۔ مَیں گورداسپور رہتا ہوں اور غلام احمد (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) بھی بہت کم آتا جاتا ہے اس لئے آپ کو پردہ کی تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ میر صاحب نے مان لیا اور ہم یہاں آکر رہنے لگے۔ اُن دنوں میں جب بھی تمہارے تایا گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں اُن کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا وغیرہ تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو مَیں نے شامی کباب اُن کے لئے تیار کئے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں۔ جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں اُن کے چھوٹے بھائی کو بھجوا دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمہارے ابّا کو کباب بھجوا دیئے اور نائن نے مجھے آکر بتایا کہ وہ بہت ہی شکرگزار ہوئے تھے اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے اپنے گھر سے آیا ہوا کھانا نہیں کھایا۔ اس کے بعد ہر دوسرے تیسرے دن اُن کو کچھ کھانا بنا کر بھیج دیا کرتی تھی اور بڑی خوشی سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن جب اس بات کی اطلاع تمہاری تائی کو ہوئی تو انہوں نے بہت بُرا منایا کہ مَیں کیوں اُن کو کھانا بھیجتی ہوں کیونکہ وہ اُس زمانہ میں تمہارے ابا کے سخت مخالف تھیں اور چونکہ گھر کا سارا انتظام اُن کے ہاتھ میں تھا وہ ہر بات میں انہیں تکلیف پہنچاتی تھیں مگر

تمہارے ابا صبر کے ساتھ ہر بات برداشت کرتے تھے۔ اُن دنوں میں گو میر صاحب کا زیادہ تعلق تمہارے تایا سے تھا مگر وہ کبھی کبھی گھر میں آکر کہا کرتے تھے کہ مرزا غلام قادر کا چھوٹا بھائی بہت نیک اور متقی آدمی ہے۔

اس کے بعد ہم رخصت پر دہلی چلے گئے اور چونکہ تمہاری اماں اُس وقت جوان ہو چکی تھیں ہمیں ان کی شادی کا فکر پیدا ہوا اور میر صاحب نے ایک خط تمہارے ابا کے نام لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے رشتہ کی بہت فکر ہے۔ آپ دُعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔ تمہارے ابا نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو مَیں خود شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ گو میری پہلی بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں مگر آجکل میں عملاً مجرد ہی ہوں وغیرہ ذالک۔

میر صاحب نے اس ڈر کی وجہ سے کہ میں بُرا مانوں گی مجھ سے اس خط کا ذکر نہ کیا اور اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے تمہاری اماں کے لئے پیغام آئے لیکن میری تسلی کسی جگہ نہ ہوئی حالانکہ پیغام دینے والوں میں سے بعض اچھے اچھے متموّل آدمی بھی تھے اور بہت اصرار کے ساتھ درخواست کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ تمہارے نانا کے بہت تعلقات تھے۔ انہوں نے کئی دفعہ تمہارے ابا کے لئے سفارشی خط لکھے اور بہت زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی آدمی ہیں مگر میری یہاں تسلی نہ ہوئی کیونکہ ایک تو عمر کا بہت فرق تھا اور دوسرے ان دنوں دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف بہت تعصّب تھا۔

بالآخر میر صاحب نے ایک دن لدھیانہ کے ایک باشندہ کے متعلق کہا کہ اُس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی اُسے رشتہ دیدو۔ مجھے شرح صدر نہ ہوا اور مَیں نے انکار کر دیا۔ جس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے کیا ساری عمر اسے یوُنہی بٹھا چھوڑو گی؟ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر مرزا غلام احمد ہزار درجے اچھا ہے۔ میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا کہ لو پھر مرزا غلام احمد کا بھی خط آیا ہے۔ جو کچھ بھی ہو ہمیں جلد فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں نے کہا اچھا پھر غلام احمد کو لکھ دو۔ چنانچہ تمہارے نانا جان نے اُسی وقت قلم دوات لے کر خط لکھ دیا اور اس کے آٹھویں دن بعد تمہارے ابا دہلی پہنچ گئے اُن کے ساتھ دو نوکر تھے اور بعض ہندو اور مسلمان ساتھی تھے۔ جب ہماری برادری کے لوگوں کو معلوم ہوا تو سخت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر پنجابی کو رشتہ دے دیا ہے اور کئی لوگ اُن میں سے اسی ناراضگی میں نکاح میں شامل ہی نہیں ہوئے مگر ہم نے فیصلہ کر لیا ہوا تھا کہ نکاح پڑھا کر رخصتانہ کر دیا جائے۔

تمہارے ابا اپنے ساتھ کوئی زیور یا کپڑا وغیرہ نہیں لے کر گئے تھے بلکہ صرف اڑھائی سو روپیہ نقد لے گئے تھے۔ اس پر بھی برادری نے بہت طعن دیئے کہ اچھا نکاح ہوا ہے کہ کوئی زیور کپڑا ساتھ نہیں آیا۔ جس کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ مرزا صاحب کے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ تعلقات نہیں ہیں اور گھر کی عورتیں ان کی مخالف ہیں اور پھر وہ جلدی میں آئے ہیں اس حالت میں وہ زیور اور کپڑے کہاں سے بنوا لاتے؟ الغرض برادری کی طرف سے اس قسم کے طعن تشنیع بہت ہوئے اور مزید برآں یہ اتفاق ہوا کہ جب تمہاری اماں قادیان آئیں تو یہاں سے ان کے خط گئے کہ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں اور شاید اسی غم اور گھبراہٹ سے مر جاؤں گی۔ چنانچہ ان خطوط کی وجہ سے ہمارے خاندان کے لوگوں کو اور بھی اعتراض کا موقعہ مل گیا اور بعض نے کہا کہ اگر آدمی نیک تھا تو اُس کی نیکی کی وجہ سے لڑکی کی عمر کیوں خراب کی؟ اس پر ہم لوگ بھی کچھ گھبرا گئے اور رخصتانہ کے ایک ماہ بعد میر صاحب قادیان جا کر تمہاری اماں کو لے گئے۔ جب وہ دہلی پہنچی تو میں نے اس عورت سے پوچھا جس کو مَیں نے دہلی سے ساتھ بھیجا تھا کہ لڑکی کیسی رہی؟ اس عورت نے تمہارے ابا کی بہت تعریف کی اور کہا کہ لڑکی یونہی شروع شروع میں اجنبیت کی وجہ سے گھبرا گئی ہوگی ورنہ مرزا صاحب نے تو ان کو بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے۔ اور وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ اور تمہاری امّاں نے بھی کہا کہ مجھے انہوں نے بہت آرام کے ساتھ رکھا مگر میں یونہی گھبرا گئی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصے کے بعد تمہاری اماں پھر قادیان گئی اور پھر بہت عرصہ کے بعد واپس آئیں۔''

(روایات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ310)

جن دنوں حضرت میر صاحب قصبہ کاہنووان میں مقیم تھے اُن دنوں کا ایک واقعہ اور سُنیں:

''بیان کیا مجھ سے میری نانی اماں صاحبہ نے کہ ایک دفعہ جب تمہارے نانا کی بدلی کاہنووان میں ہوئی تو تمہارے نانا مجھے ڈولی میں بٹھا کر قادیان تمہارے دادا کے پاس علاج کے لئے لائے تھے اور اُسی دن میں واپس چلی گئی تھی۔ تمہارے دادا نے میری نبض دیکھ کر نسخہ لکھ دیا تھا اور تمہارے نانا کو یہاں اور ٹھہرنے کے لئے کہا تھا مگر نہیں ٹھہر سکے۔ کیونکہ پیچھے تمہاری اماں کو اکیلا چھوڑ کر آئے تھے۔ نیز نانی اماں نے بیان کیا کہ جس وقت مَیں گھر آئی مَیں نے حضرت صاحب کو پیٹھ کی طرف سے دیکھا تھا کہ ایک کمرہ میں الگ بیٹھے رحل پر قرآن شریف رکھ کر پڑھ رہے تھے۔ میں نے گھر والیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ مرزا صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے اور بالکل ولی آدمی ہے۔ قرآن ہی پڑھتا رہتا ہے۔

نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ مجھے اپنی اماں اور ابّا کا اکیلے چھوڑ کر قادیان آنے کے متعلق صرف اتنا یاد ہے کہ میں شام کے قریب بہت روئی چلائی تھی کہ اتنے میں ابّا گھوڑا بھگاتے ہوئے گھر پہنچ گئے۔ اور مجھے کہا کہ ہم آ گئے ہیں۔

(سیرۃ المھدی حصہ اوّل صفحہ 238)

یہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت اماں جانؓ اپنے بچپن میں اپنے والدین کے ہمراہ سٹھیالی، کاہنووان اور تتلے میں مقیم رہیں۔ اور قادیان میں چھ سات ماہ ٹھہرنے کا موقع ملا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے وہ گھر پہلے ہی دکھلا دیا جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دلہن بن کر آنا تھا۔ اس وقت عمر دس یا گیارہ سال کی تھی۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 56)

حضرت میر ناصر نواب صاحب سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جو یہ تعلق ہوا اور نیک اولاد ہوئی۔ اس کے متعلق ایک اور رؤیا حضرت اقدسؑ کی بڑی واضح ہے۔ وھوھذا:

میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں جو پھل دار ہے اور جب مجھ کو دیا گیا تو وہ ایک بڑا درخت بن گیا جو بیدانہ توت کے مشابہ تھا اور نہایت سرسبز تھا۔ اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور پھل اُس کے نہایت شیریں تھے اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے۔ مگر معمولی درختوں میں سے نہیں

تھا۔ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں نہیں دیکھا گیا۔ میں اُس درخت کے پھل اور پھول کھار ہا ہوں کہ آنکھ کھل گئی۔'' (تذکرہ طبع ثانی صفحہ 544)

اِس خواب کی تعبیر ظاہر ہے تشریح کی ضرورت نہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت اقدسؑ کو 1881ء میں الہام ہوا:

(1) اُشکر نعمتی رَئیتَ خَدیجتی۔

(2) الحمدللّٰہ الذی جعل لکم الصھر والنسبَ۔

(3) مَیں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان مَیں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی......

ہرچہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم
وانچہ مطلوبِ شما باشد عطائے آں کنم

''اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہوں گے۔ چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ خُدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اور پھر اچھے خاندان سے دامادی تعلق بخشا۔ سوقبل از ظہور یہ تمام الہام لالہ شرمپت کو سنا دیا گیا۔ پھر بخوبی اُسے معلوم ہے کہ بغیر ظاہری تلاش اور محنت کے محض خدا تعالیٰ کی طرف سے تقریب نکل آئی یعنی نہایت نجیب اور شریف اور عالی نسب بزرگوار خاندانِ سادات سے یہ تعلقِ قرابت اس عاجز کو پیدا ہوا اور اس نکاح کے تمام ضروری مصارف تیاری مکان وغیرہ تک ایسی آسانی سے خدا تعالیٰ نے بہم پہنچائے کہ ایک ذرہ بھی فکر کرنا نہ پڑا اور وہ اب تک اسی اپنے وعدہ کو پُورے کئے چلا جاتا ہے۔'' (شحنۂ حق صفحہ 57)

پھر حضرت اقدس ''تریاق القلوب'' صفحہ 64 پر فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اُس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی .... اور جیسا کہ لکھا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقاتِ قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندانِ سیادت میں میری شادی ہوگئی .... سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایتِ اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اُس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اُسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اُس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خُدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔''

اس سے قبل 1868ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ فوت ہو چکی تھیں اور اب گھر کا تمام نظم و نسق حضور علیہ السلام کی بھاوجہ حرمت بی بی صاحبہ کے ہاتھ میں آ گیا۔ ہر جگہ ان کا حکم چلتا تھا۔ یہ تھیں مرزا امام دین کی ہمشیرہ جو سخت دہریہ طبع اور بے دین آدمی تھا۔ لہٰذا حضور کی بھاوجہ کو حضور سے خُدا واسطے کا بَیر تھا۔ دوسری طرف حضرت اقدسؑ کی پہلی بیوی جن کا نام بھی حرمت بی بی تھا (یعنی والدہ حضرت مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد) بڑی سادہ طبع عورت تھیں مگر جٹھانی حرمت بی بی نے دیوارنی حرمت بی بی کی فرضی خیرخواہ بن کر اُن کے کان کچھ اس طرح سے بھرے کہ میاں بیوی کو آپس میں اچھی طرح بیزار کر کے دَم لیا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب لاولد فوت ہوئے تھے اور تمام جائیداد حضرت کے نام منتقل ہو چکی تھی لہٰذا بھابھی صاحبہ نے یہ سکیم بنائی کہ مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنا متبنّیٰ بنالیا۔ حالانکہ اسلام میں متبنّیٰ ہوتا ہی نہیں۔ بھابھی صاحبہ نے حضرت سے درخواست کر کے نصف جائیداد مرزا سلطان احمد کے نام کرالی۔ حضورؑ ایسے دنیاداری کے معاملات سے پہلے ہی بچ کر چلتے تھے اس لئے آپ نے اپنی بھابھی کی بات مان لی۔

آگے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کی ایک روایت سنئے:

'' والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا ہوتا رہا۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس کے بعد دونو بیویوں میں برابری نہیں رکھ سکوں گا تو مَیں گنہگار رہوں گا۔ اس لئے دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا۔ اُنہوں نے کہلا بھیجا کہ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں چنانچہ پھر ایسا ہی رہا۔'' (سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 34-33)

الغرض نومبر 1883ء میں سیّد نذیر حسین صاحب امام جامع مسجد دہلی نے حضرت کا نکاح مبلغ گیارہ صد روپے کے عوض سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے پڑھا۔ اس نکاح سے حضرت میر ناصر نواب کے بزرگوں کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی جو اس بارہ میں تھی نیز یہ حدیث بھی پوری ہوگئی کہ یتزوّجُ وَیُولَدُلَہٗ۔

عہدِ مغلیہ میں سپہ سالار افواج نواب روشن الدولہ تھے ان کے بیٹے خواجہ محمد ناصر تھے جو محاورہ کے مطابق مُنہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ہر طرف نوابی ٹھاٹھ تھا۔ مگر آپ نے بڑے ہو کر مسندِ فقر سنبھالی۔ شاہجہان آباد سے جانب شمال ایک ویرانے میں معمولی سے مکانات بنا کر رہنے لگے۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے اور یہی دُعا کرتے تھے کہ خدایا اگر میں فی الواقع بنو فاطمہ میں سے ہوں تو مجھے صرف اتنا دے کہ بمشکل دو وقت کھا سکوں۔ روزے بکثرت رکھنے لگے۔ اپنی جان پر بے حد سختی کرنے لگے۔ اسی حالت استغراق میں لمبا عرصہ گزر گیا۔ آخر ایک دن حجرہ میں یکا یک نُور کی روشنی ہوئی اور معلوم ہوا کہ حضرت امام حسنؓ تشریف لائے ہیں اور اس قدر مشقت اٹھانے سے منع کیا کہ تیری تکلیف سے ہمارے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ایسا ہرگز نہ کرو حضرت امام عالی مقام نے ان کو اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا کہ میں سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ جا تجھے دولتِ ولایت سے مالا مال کردیا۔

حضرت امامؑ نے مزید فرمایا:

''ایک خاص نعمت تھی جو خانوادہ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی اُس کی ابتداء تجھ سے ہوئی اور انجام اُس کا مہدی علیہ السلام پر ہوگا۔''

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب نے ایک نیا سلسلہ جاری کیا اور نام اُس کا سلسلۂ محمدیہ رکھا۔ پہلا مرید اور خلیفہ اپنے بیٹے حضرت خواجہ میر درد کو بنایا جو اُردو کے صوفی شعراء میں بہت ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ خواجہ میر درد کے بعد مسند خلافت خواجہ ناصر امیر صاحب کو ملی کیونکہ ان کی اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔ ان کی بیٹی کی اولاد میں سے خواجہ ناصر امیر صاحب بھی تھے جو میر ناصر نواب صاحب کے والد محترم تھے۔ اور جن کی بیٹی سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زوجیت میں آئی۔ (ماخوذ از ''مے خانۂ درد'' صفحات 46، 128 اور 145 تا 148)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسی اہلیہ سے وہ مبارک اولاد پیدا ہوئی جس کے متعلق حسن رہتاسی صاحب مرحوم کے یہ دو شعر یادرکھیں ؎

جناب میر ناصر کے نواسے
خدائے پاک جن پر مہرباں ہو
رہے سر پر ہمارے اُن کا سایہ
اور اُن پر سایۂ نصرت جہاں ہو

اب ہم لَوٹ کر حضرت میر صاحب کی طرف آتے ہیں۔

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی ولادت 1865ء کی ہے اور اُن کے بعد میر صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے مگر صغرسنی میں ہی فوت ہوگئے۔ آخر 1881ء میں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ پیدا ہوئے جو بڑے ہو کر شہرۂ آفاق ڈاکٹر بنے اور ہماری جماعت میں تو وہ قطب الاقطاب شمار ہوتے ہیں۔

حضرت میر صاحب بسلسلۂ ملازمت لدھیانہ میں مقیم تھے کہ وہاں 1890ء میں دوسرا لڑکا خدا نے عطا فرمایا جن کا اسم گرامی میر محمد اسحاقؓ تھا۔

اُنہی دنوں حضرت میر صاحب کے پرانے دوست سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی ملاقات کے لئے لدھیانہ تشریف لائے اور ان دونوں بچوں کو دیکھ کر حسب ذیل شعر پڑھا ؎

برائے کردن تنبیہ فُسّاق
دوبارہ آمد اسمٰعیل و اسحاق

میر صاحب نے ملازمت کے سلسلہ میں حسب ذیل مقامات پر قیام فرمایا:

مادھو پور نزد پٹھان کوٹ۔ لاہور۔ سٹھیالی۔ کاہنووان۔ تتلے نزد قادیان۔ ضلع لاہور انبالہ کینٹ۔ پٹیالہ۔ لدھیانہ۔ فیروز پور شہر اور ہوتی مردان۔ یہاں سے آخر کار 1894ء میں آپ نے پہلے فرلو لی اور پھر پنشن پائی۔

مردان سے سیدھے قادیان آگئے۔ آپ نے 29 برس ملازمت کی اور 31 برس پنشن پائی۔

ابتداء میں حضرت میر صاحب چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے زیر اثر تھے لہٰذا باوجود حضرت اقدسؑ سے اس قدر قریبی رشتہ کے حضورؑ کی بیعت نہ کی۔ آخر کار حضرت اقدسؑ نے دوسرے جلسہ سالانہ (1892ء) کے موقع پر حضرت میر صاحبؓ کو قادیان تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ آئے اور جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے یہاں جو قال اللہ اور قال الرسول کی مجالس دیکھیں اور رجوعِ خلق دیکھا تو اپنے سابقہ رویئے سے تائب ہو کر اپنے داماد کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئے ؎

بیعت پیرِ مغاں شیخ زماں نے کرلی
ساقیا میکدے میں آج چراغاں ہوجائے

حضرت اقدس کو بہت خوشی ہوئی۔ ساتھ ہی میر صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا کہ پہلے مَیں غلطی پر تھا اب توبہ کرتا ہوں میں منافق نہیں تھا کہ رشتہ داری کی وجہ سے بیعت کر لیتا وغیرہ۔



بقیہ از صفحہ 4: حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے چند معلومات

(ترجمہ: اے میرے خدا! ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے خدا! شریر کی ہر شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر۔)

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند کبار صحابہ کے نام بتائیں؟

جواب: حضرت حکیم مولوی نورالدین بھیروی صاحبؓ، حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو ایسے الہامات بتائیں جن میں قادیان سے ہجرت اور پھر واپسی کا ذکر ہو۔

جواب: ''داغ ہجرت'' اور ''اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ''۔ (ترجمہ: وہ ذات جس نے تجھ پر قرآن کی خدمت فرض کی ہے تجھے تیرے ٹھکانے کی طرف واپس لائے گا۔)

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اردو اور عربی میں قریباً پچاسی کتب ہیں۔ ان میں سے چند کتب کے نام لکھیں؟

جواب: سرمہ چشم آریہ، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالۂ اوہام، آئینہ کمالات اسلام، حقیقۃ الوحی، اعجاز المسیح، مسیح ہندوستان میں، تحفہ گولڑویہ، کشتی نوح، اسلامی اصول کی فلاسفی۔

سوال: سلسلہ احمدیہ کے وہ کون سے دو اوّلین اخبارات ہیں جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے دو بازو قرار دیا ہے۔

جواب: ''الحکم'' اور ''البدر''۔

سوال: ''منارۃ المسیح'' اور ''بیت الدعا'' کا سنگ بنیاد کب رکھا گیا؟

جواب: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 13 مارچ 1903ء میں رکھا۔

سوال: صدر انجمن احمدیہ کا قیام کب ہوا؟

جواب: 29 جنوری 1906ء میں۔

سوال: وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک کب ہوئی؟

جواب: ستمبر 1907ء میں۔

سوال: بہشتی مقبرہ کی بنیاد کب رکھی گئی؟

جواب: 1905ء میں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال کب اور کہاں ہوا۔ تدفین کہاں ہوئی؟

جواب: 26 مئی 1908ء کو لاہور میں وفات پائی اور 27 مئی 1908ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بہشتی مقبرہ قادیان میں نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں تدفین ہوئی۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری الفاظ کیا تھے؟

جواب: ''اللہ میرے پیارے اللہ''۔



قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا انکار کفر کیوں؟

(قمر داؤد کھوکھر)

امرِ اوّل: ایمان واسلام

ایمان کے معنی ہیں یقین کرنا تصدیق کرنا اور مان لینا۔لغت کے اعتبار سے ایمان کسی بات کو درست اور صحیح مان لینے کے ہیں۔اور شریعت میں ایمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو ایک ماننا اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرنا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے اسے تسلیم کرنا۔ امام راغب الاصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ ''ایمان اس تصدیق کو کہتے ہیں جس سے اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے۔اور ایمان کے ساتھ ہر وہ شخص متصف ہوسکتا ہے جو توحید و نبوت کا اقرار کر کے شریعت محمدی میں داخل ہوجائے''۔آپ مزید لکھتے ہیں کبھی ایمان کا لفظ بطور مدح کے استعمال ہوتا ہے اور اس سے حق کی تصدیق کر کے اس کا فرمانبردار ہو جانا مراد ہوتا ہے۔اور یہ چیز تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح سے حاصل ہوتی ہے۔''

(المفردات فی غریب القرآن، زیر حروف الف میم نون، از امام راغب الاصفہانیؒ المتوفی 502 ہجری)

امام راغبؒ لفظ اسلام کے معنے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسلام کے اصل معنی سِلْمٌ (یعنی صلح) میں داخل ہونے کے ہیں۔اور صلح کے معنی یہ ہیں کہ فریقین باہم ایک دوسرے کی طرف سے تکلیف پہنچنے سے بے خوف ہو جائیں۔شرعاً اسلام کی دو قسمیں ہیں کوئی انسان محض زبان سے اسلام کا اقرار کرے دل سے معتقد ہو یا نہ ہو اس سے انسان کا جان و مال اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے۔مگر اس کا درجہ ایمان سے کم ہے۔اس درجہ کا ذکر اس آیت قرآنی میں موجود ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (سورۃ الحجرات 15) دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو ہم اسلام لائے ہیں۔

دوسرا درجہ اسلام کا وہ ہے جو ایمان سے بھی بڑھ کر ہے۔اور وہ یہ ہے کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ دلی اعتقاد بھی ہو اور عملاً اس کے تقاضوں کو پورا کرے۔ مزید برآں یہ کہ ہر طرح سے قضا و قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔''

(المفردات فی غریب القرآن، زیر حروف سین لام میم، از امام راغب الاصفہانیؒ المتوفی 502 ہجری)

دین اسلام میں ایمان کا دارومدار جن چیزوں پر ہے وہ قرآن و حدیث کے مطابق متعین ہیں۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اوّل اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں دوم نماز پڑھنا تیسرے زکوٰۃ دینا چوتھے حج کرنا اور پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح بخاری کتاب الایمان، باب قول النبیؐ 2 حدیث 7)

پس جو شخص ان چیزوں کا قائل اور ان پر عمل کرتا ہو وہ مسلمان ہے۔ان میں اگر کسی ایک کا بھی انکار کر دیا جائے تو ایمان لانے کے کوئی معنی نہیں۔

کتب حدیث میں حدیث جبریلؑ کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جو حضرت عمر ابن الخطابؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اپنے مجموعہ حدیث کی پہلی کتاب 'کتاب الایمان' میں پہلے نمبر پر اس کو درج فرمایا ہے۔اس حدیث میں حضرت جبریلؑ نے صحابہؓ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے چار چیزوں یعنی اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے متعلق سوال پوچھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں کا جواب بتا دیا اور بعد میں صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جبریلؑ تھے جو تمہارے پاس تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اسلام و ایمان کی حقیقت اور دین اسلام کی بنیادی اور اساسی باتوں کا خلاصہ پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ جب جبریلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ مجھے اسلام کے متعلق خبر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، پھر تم پابندی سے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور زادراہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔اسی طرح ایمان کے بارہ میں دریافت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور آخرت پر ایمان لاؤ اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی تمہارا ایمان ہو۔(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان، حدیث اول)

اس حدیث میں اُن تمام امور کا بیان ہے جن کو ماننے کے بعد کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔اسی طرح ان عملی ذمہ داریوں اور فرائض کا بھی ذکر ہے جن کی ادائیگی کے بعد ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے۔

پس ایمان عقیدہ کا نام ہے اور اسلام عمل کا نام ہے اور دین کی تکمیل کے لئے یہ دونوں باتیں نہایت ضروری ہیں۔

قرآن کریم نے اسلام کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ؛ اعراب کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں تو ان سے کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ (سورۃ الحجرات :15)۔ نیز فرمایا: وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا؛ اور جو شخص تم کو سلام کہے اس کو یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں۔(سورۃ النساء:95)

یعنی اگر کسی نے اسلام کے صرف ظاہری آداب ہی سیکھے ہوں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہو تو ایسے شخص کو بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر حضرت غالب بن فضالہؓ کی سرکردگی میں بھجوایا اور فدک کے قریب جب حضرت مہیک بن مرداسؓ نے اسلامی لشکر کی آواز سنی تو یہ بھی اپنے بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نیچے آئے اور کلمہ پڑھا اور سلام بھی کیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے

ان کو قتل کر دیا اور ان کی بکریاں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر سخت غمگین اور ناراض ہوئے اور یہ کلمات فرمائے ہَلاَّ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ فَنَظَرْتَ قَلْبُهٗ اَمْ صَادِقٌ هُوَ اَمْ کَاذِبٌ؛ یعنی تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ اس کے بعد مذکورہ بالا آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔

پس درحقیقت اسلام محض لآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰه کہنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کا اظہار کر دیتا ہے وہ امّت مسلمہ میں شامل ہے۔ جو شخص اسے کافر قرار دے یا دائرہ اسلام سے خارج سمجھے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ظلم کرتا اور انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

امر دوم: کفر کے معنی

امام راغب الاصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ کفر کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی توحید، شریعت حقّہ یا نبوت کا انکار ہے۔ اور کافر اس کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، شریعت اور نبوت میں سے کسی ایک یا تینوں کا منکر ہو۔'' (المفردات فی غریب القرآن، زیرحروف کاف فاءراء، از امام راغب الاصفہانیؒ المتوفی 502 ہجری)

پانچویں صدی ہجری کے مجدّد حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی تکذیب کر دینے کا نام کفر ہے اور تمام امور میں آپؐ کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔'' (گلدستہ تفاسیر، جلد اوّل صفحہ 15 زیر آیت یومنون بالغیب؛ سورۃ البقرہ:4 شائع کردہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان)

امر سوم: کفر کی اقسام

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب 3، امور الایمان، حدیث 8)۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت میں ایمان کی ستر شاخوں کا ذکر ملتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان، حدیث 3)۔

اگرچہ کفر کی ہر قسم، انسانیت کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے زیادہ بدتر ہے، وہ شرک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کی عبادات اور اس کی عظمت وشان میں کسی کو شریک بنالینا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اسی شرک کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ اٹل فیصلہ بھی فرما دیا ہوا ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی اور لغزش معاف ہوسکتی ہے سوائے شرک کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ؛ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ اس کا کسی کو شریک بنایا جائے اور جو گناہ اس سے ادنیٰ ہوگا اسے جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا۔ (النساء:117)

امام المحدثین علامہ ابن قیم الجوزیؒ کا محاکمہ

امام المحدثین علامہ ابن قیم الجوزیؒ کفر کی حقیقت اور اس کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کفر کی دو قسمیں ہیں کفر اکبر اور کفر اصغر۔ بڑا کفر وہ ہے جس کی وجہ سے انسان ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنمی بن جاتا ہے۔ چھوٹا کفر وہ ہے جس کی بنا پر وعید کا مستحق بن جاتا ہے لیکن دائمی طور پر وہ عذاب جہنم کا وہ سزاوار نہیں ہوتا۔''

امام قیمؒ مزید لکھتے ہیں کہ کفر اکبر کی پانچ قسمیں ہیں:

(1) کفر تکذیب: جھٹلانا۔ انبیاء کرامؑ کو جھوٹا قرار دینا۔

(2) کفر استکبار و انکار مع التصدیق (غرور اور گھمنڈ کے ساتھ): سچا جانتے ہوئے انکار کرنا۔ اس کا نمونہ ابلیس کے واقعہ میں ملتا ہے۔ اس نے اللہ کے حکم کا انکار نہیں کیا بلکہ تکبر کی راہ سے سرکشی اور مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔

(3) کفر اعراض: اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے دل اور کانوں کو حق کی آواز سے پھیر لے، نہ تصدیق کرے نہ تکذیب، نہ دوستی رکھے نہ دشمنی بلکہ بے توجہی اور لاپرواہی کی راہ اختیار کرے۔

(4) کفر شک: اس کی صورت یہ ہے کہ نبی کی سچائی یا جھوٹ دونوں میں سے کسی پر یقین نہ ہو بلکہ ایک ڈانواڈول (اِدھر اُدھر) کی صورت رہے۔

(5) کفر نفاق: زبان سے ایمان کا مظاہرہ ہو اور دل کفر کی آلائشوں میں مبتلا ہو۔ یہ حقیقت میں نفاق اکبر ہے۔ (تفسیری نکات وافادات از امام ابن قیمؒ، مرتب مولانا عبدالغفار حسن، صفحات 163 تا 168، شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ لاہور پاکستان)

نفاق بھی کفر ہے

امام راغب الاصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ ''نفاق کے معنی ہیں شریعت میں دورُخی اختیار کرنا یعنی شریعت میں ایک دروازہ سے داخل ہونا اور دوسرے دروازہ سے نکل جانا۔'' (المفردات فی غریب القرآن، زیرحروف نون فاء قاف، از امام راغب الاصفہانیؒ المتوفی 502 ہجری)

بعثت انبیاءؑ کے وقت تین طرح کے گروہ ظاہر ہوتے ہیں ایک تو مومنین اور مخلصین کا گروہ، دوسرا منکرین اور کفار کا گروہ۔ تیسرا گروہ انبیاءؑ کی دعوت کو نہ دل سے قبول کرتا ہے اور نہ عملی لحاظ سے ایمان میں پختہ ہوتا ہے۔ اس گروہ کو منافقین کہا جاتا ہے۔ آغاز اسلام میں مدینہ میں یہ گروہ ظاہر ہوا۔ یہ بظاہر تو اسلام کے نام لیوا تھے اور مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے لیکن اندرونی طور پر مخالفین اسلام یعنی کافروں کے ہمنوا ہو کر خفیہ معاندانہ کارروائیوں کے ذریعہ دعوت اسلام کی راہ میں کانٹے بچھاتے اور مسلمانوں کو اور امّت مسلمہ کو نقصان پہنچاتے تھے۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر (بالخصوص سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ التوبہ اور سورۃ المنافقون میں) نفاق اور منافقین سے خبردار کیا گیا ہے۔

امر چہارم: کونسا عمل ایک کلمہ گو مسلمان کو کفر تک پہنچاتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان باب 36 خوف المومن، حدیث 46 کتَابُ الفتن، باب 1113، قول النبی ﷺ، حدیث 1955)

حضرت ابوذر غفاریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث 175)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوزخ دکھلائی ہے اور اس میں مَیں نے زیادہ تر عورتوں کو پایا کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ صحابہ نے عرض کی: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کفر کرتی ہیں اور اس کا احسان نہیں مانتیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب 21، کُفْرَانِ الْعَشِیْرِ وَ کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ، حدیث 28)

ان احادیث کا یہی مفہوم ہے کہ ایسا شخص ایمان کے بعض مدارج سے محروم ہو جاتا ہے اور جب توبہ کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان پر واپس آجاتا ہے۔

امر پنجم: کفر کا نتیجہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو اور وہ ایک مومن مسلمان سے سرزد ہو جائے تو کیا گناہ کبیرہ کے بعد اس کا مرتکب، مسلمان یا مومن رہتا ہے؟ کیا وہ دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتا ہے؟ اور کیا وہ دائمی جہنم کا سزاوار قرار پاتا ہے؟

اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن وحدیث کی رُو سے، تمام آئمہ سلف وخلف کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ مرتکب کبیرہ گناہ مومن ومسلم ہی رہتا ہے نہ وہ ایمان سے خارج ہوتا ہے نہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ ہی وہ دائمی طور پر جہنم کا سزاوار قرار پاتا ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں خطاب مومنوں سے کیا گیا ہے اور اس میں کسی کبیرہ گناہ کا ذکر ملتا ہے مثلاً

☆ یَآ یُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی؛ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر مقتولوں کے بارہ میں برابر کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔ (البقرہ:179)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اس فرمان الٰہی سے تین طرح استدلال فرمایا کرتے تھے: (1) قصاص عمداً قاتل پر ہے اور آیت کے الفاظ یَآ یُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا؛ بتاتے ہیں کہ قاتل مومن ہی رہتا ہے۔ (2) آیت قصاص میں یہ بھی فرمایا ہے کہ فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ اَخِیْہِ شَیْءٌ؛ تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ (سورۃ البقرۃ179) اور یہ اخوت، اخوتِ ایمانی ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ؛ اہل ایمان آپس میں بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات:15)

(3) آیت قصاص میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ؛ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور رحمت ہے۔ (سورۃ البقرہ:179) اور رحمت مومن کے لائق ہی ہے۔

(تفسیر کبیر رازیؒ زیر آیت سورۃ البقرہ 4، یومنون بالغیب)

حضرت جابرؓ بیان فرماتے تھے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! دو واجب کرنے والی کونسی چیزیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص اس طرح فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتا ہے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم)

امر ششم: مسلمان کلمہ گو کو کافر قرار دینے کی مذمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا؛ اور جو شخص تم کو سلام کہے اس کو یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں۔ (سورۃ النساء:95)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص جس نے اسلام کے صرف ظاہری آداب ہی سیکھے ہوں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہو تو ایسے شخص کو بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کہنا جائز ہی نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی ہماری طرح قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی امان ہے۔ پس تم اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ باب269 فَضْلُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ، حدیث381)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ اس طرح نہیں تھا تو وہ کلمہ اس پر لوٹ آئے گا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم بحوالہ ریاض الصالحین از امام محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ، جزدوم حدیث1735)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا تو وہ کافر ہے ورنہ وہ خود کافر ہوگا۔ (سنن ابوداؤد، وکنزالعمال)

حضرت انسؓ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں (1) جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کا اقرار کر لے اس سے جنگ ومخاصمت ختم کر دینا، لَا تُکَفِّرْہُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْہُ مِنَ الْاِسْلَامِ؛ یعنی اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔ (2) جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا یہاں تک کہ اس امت کے آخر میں ایک شخص آ کر دجال سے جنگ کرے گا۔ کسی عادل (بادشاہ) کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کی وجہ سے جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا۔ (3) تقدیر پر ایمان۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الکبائر، حدیث52)

تاویل کرنے والے کو بھی کافر کہنا منع ہے

اسلامی تعلیمات کے مطابق قرآن کریم کی کسی متشابہ آیت کی تاویل کرنا یا کسی متشابہ حدیث کی تاویل کرنا منع نہیں بلکہ جائز ہے۔ البتہ جو شخص تاویل کرتا ہے اس کو کافر قرار دینا منع ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں'' بخاری اور مسلم کی کئی احادیث کی تاویل کی جاتی ہے۔ پس جو شخص کسی آیت یا حدیث کی تاویل کرتا ہے تو پہلے وہ یہ قبول کرتا ہے کہ وہ آیت یا حدیث برحق ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس کے صحیح معنی یہ ہیں۔ اسی لئے جو شخص کسی نص کی تاویل کرتا ہے اسے محققین مکذّب نص یا کافر کہنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔''

(ارشاد الفحول، صفحہ 44 نیز'' الیواقیت والجواہر''، جزدوم صفحہ 125)

امر ہفتم: مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کے کفر ہونے کی پانچ وجوہات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا دعویٰ مسیح موعود ومہدی معہود ہونے کا تھا۔ اور آپؑ نے اپنی صداقت کو قرآن مجید سے ثابت فرمایا اس لئے آپؑ کو قبول کرنا دراصل قرآن پر ایمان میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود اور امام مہدی کے ظہور کی بشارت دی تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ پر ایمان میں مسیح موعود وامام مہدی کو قبول کرنا بھی شامل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ امتی نبی ہونے کا تھا۔ قرآن اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک نبی کا انکار درحقیقت سب نبیوں کا انکار کہلاتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ الشعراء کی آیت 106 کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨ الْمُرْسَلِیْنَ؛ قوم نوح نے تمام رسولوں کا انکار کیا، میں مرسلین جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد اسمٰعیل حقی البروسویؒ اپنی تفسیر'' روح البیان'' میں لکھتے ہیں کہ'' قوم نوح نے صرف نوحؑ کی تکذیب کی لیکن جمع کا صیغہ اس لئے ہے کہ ایک رسول کی تکذیب سے گویا سب کی تکذیب ہوئی کیونکہ اصول شرائع اور توحید پر سب کا اتفاق تھا۔ یا اس لئے کہ ایک رسول باقی تمام رسل کی تصدیق کا حکم فرماتا ہے۔''

1۔رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ اسلامی شریعت کے دو بنیادی ستون ہیں۔یعنی مومن ومسلمان بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار ضروری اور لازمی ہے۔اسی طرح ایمان کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی مکمل اتباع کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گیارہ مختلف مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم ان الفاظ کے ساتھ دیا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ؛ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔(النساء:60)

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت 14 میں فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ ؛ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں انہیں وہ باغوں میں داخل کرے گا۔اور اگلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے تو وہ اسے ایک آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ایک لمبے عرصہ تک رہنے والا ہوگا اور اس کے لئے رُسوا کر دینے والا عذاب مقدر ہے۔(سورۃ النساء:15)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا؛ اور رسول جو کچھ تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔(سورۃ الحشر:8)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم قابل اتباع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہر نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والی اور ہر برائی سے بچانے والی ہے۔ اور رسول اللہ کے ارشادات شریعت اسلامیہ میں قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

حدیث مسیح موعود متواتر ہے

تمام اہل سنت کا احادیث رسول ﷺ کے مطابق یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں امّت مسلمہ میں نزول فرمائیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ اس کی تصدیق کرتی ہیں۔حدیث متواتر کسے کہتے ہیں؟ اس کی عام تعریف تو یہ ہے کہ وہ حدیث جس کے راویوں کی تعداد میں دس صحابہؓ ہوجائیں وہ متواتر ہوجاتی ہے اور اپنے اندر قرآن کی طرح کی قطعیت رکھتی ہے۔

حدیث متواتر کا انکار کفر ہے

امام ملا علی قاریؒ تفسیر بحر المحیط کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ محیط میں ہے کہ جو شخص شریعت میں متواتر احادیث کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔(شرح فقہ الاکبر،صفحہ 133)
علامہ السیّد شریف علی بن محمد بن علی السیّد الزین ابی الحسن الحسینی الجرجانی اپنی تصنیف 'التعریفات' میں لکھتے ہیں کہ خبر متواتر کا انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہوجاتا ہے۔
علامہ الشیخ نظام الدین الشاشی اپنی کتاب ''اصول الشاشی'' میں لکھتے ہیں کہ متواتر (حدیث) سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔اور اس کا ردّ کرنا کفر ہے۔(اصول الشاشی البحث الثانی)

مذکورہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔اور چونکہ نزول عیسیٰ مسیح موعودؑ سے متعلق احادیث متواتر ہیں اس لئے مسیح موعودؑ پر ایمان لانا واجب اور ضروری ہے۔ اور اس کا رڈ کرنا یا اس کی تکذیب کرنا کفر ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کا انکار کفر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا؛(سورۃ النساء:137)

دوسرے مقام پر فرمایا کہ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا؛ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا وہ یاد رکھے کہ ہم نے کافروں کے لئے بھڑکنے والا عذاب مقدر کر چھوڑا ہے۔(سورۃ الفتح:14)

ان دونوں آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے یا رسول کی تصدیق نہیں کرتے وہ کافر ومنکر ہیں۔جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب شدید کی وعید موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمدؐ کی جان ہے اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی میری نبوت کی خبر پائے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے ہوئے بغیر مرجائے تو وہ دوزخی ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح،کتاب الایمان،حدیث8)

اس حدیث میں اسلام کو ہی مدار نجات قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ کا سب سے آخری اور سب سے جامع ومکمل دین ہے اور جس کے دائرہ اطاعت میں آنا ہر ذی نفس کی نجات کے لئے ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا سرکشی کی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ کون شخص ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی؟ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔

(صحیح بخاری،بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح،باب الاعتصام بالکتاب،حدیث135)

(باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ از صفحہ 10: **انفاق فی سبیل اللّٰہ**

مبلغین تیار ہو سکتے ہیں اور نہ مربیان، مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔ نہ ہی مساجد تعمیر ہو سکتی ہیں۔نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جاسکتی ہیں۔نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔پس جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے۔اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مارچ 2006 مطبوعہ الفضل لندن 21 اپریل 2006 صفحہ6)

(باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں چند ایمان افروز روایات

(بیان فرمودہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ)

(ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی الٰہی وعدوں کے مطابق ولادت

الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق 20 /اپریل 1893ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی دن ایک اشتہار بعنوان ''منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی'' شائع فرمایا اور اس میں تحریر فرمایا کہ:

''یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا...... اب چاہئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے۔ یہ کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے۔ جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔''

احسانات الٰہیہ کا شکر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پیدائش گو بشارات الٰہیہ کے ماتحت ہوئی۔ مگر آپ کے انکسار کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:

''میں جب اپنے نفس میں نگاہ کرتا ہوں تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے جیسے کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارت کے قابل خیال کرتا ہے۔ پھر اس وقت اس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت''۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

''یہ خاکسار حضرت مسیح موعود کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور کی بھی گنجائش نہیں''۔

آنکھوں کی تکلیف اور شفا

بچپن میں ایک دفعہ آپؓ کی آنکھیں دُکھنے آ گئیں اور یہ تکلیف اتنی لمبی ہوئی کہ کئی سال گزر گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرمایا ہے: ''کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی''۔ حضرت اقدسؑ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کی پلکیں گر گئی تھیں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے تھے کہ ''آپ کی پلکوں کے کنارے سُرخ اور موٹے رہتے تھے اور آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔''

آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو آپ کو الہام ہوا: بَرَّق طفلی بشیر یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ یہ الہام قریباً 1898ء کا ہے جب کہ آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔

حضورؑ فرماتے ہیں: ''اس الہام کے ایک ہفتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دیدی اور آنکھیں تندرست ہو گئیں''۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس الہام کے بعد ''ایک دوائی بھی کسی نے بتائی۔ وہ استعمال کرائی گئی اور خدا کے فضل سے آنکھیں بالکل صاف اور تندرست ہو گئیں''۔

حضرت میر صاحبؓ کی مزید روایت ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب حضرت صاحب کے سامنے جاتے تو آپؑ محبت کے انداز سے آپؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے: بَرَّق طفلی بشیر۔

روحانی بصیرت کے لئے دعا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ مذکورہ الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری ظاہری آنکھیں تو بے شک صاف اور تندرست ہو گئیں اور اگر خدا کی یہ بشارت صرف ظاہر تک محدود تھی تو خدا کی شان کے لحاظ سے یہ کوئی خاص لطف کی بات نہیں اور اس کے فضل کی تکمیل کا یہ تقاضا ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھیں روشن ہوئیں اسی طرح دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں اور خدائی الہام میں تو آنکھوں کا لفظ بھی نہیں ہے۔ پس میں نے دعا کی: اے میرے آقا! میں تیرے فضل پر امید رکھتا ہوں کہ جب میرے لئے تیرے دربار کی حاضری کا وقت آئے تو میری ظاہری آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں۔ نہیں بلکہ جیسا کہ تیرے کلام میں اشارہ ہے میرا ہر ذرّہ روشن ہو کر تیرے قدموں پر ہمیشہ کے لئے گر جائے۔ این است کام دل اگر آید میسرم''۔

قرآن کریم کی تعلیم اور تقریب آمین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بچوں کو مروّجہ تعلیم دلانے سے قبل قرآن مجید جو تمام علوم کا خزانہ ہے پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو حضرت حافظ احمد اللہ صاحب نے قرآن پڑھایا۔ لیکن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور آپ کے دوسرے بہن بھائیوں کو قرآن شریف پڑھانے کی سعادت حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ مصنف قاعدہ یسرنا القرآن کو حاصل ہوئی۔

جون 1950ء میں حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی وفات پر آپ نے ایک نوٹ میں خود بھی اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب پیر صاحب مرحوم جوڑوں کے درد کی وجہ سے معذور ہو گئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منظوری سے حضورؑ کے بچوں کو پڑھانا شروع کیا چنانچہ ہم سب بہن بھائیوں کو پیر صاحب نے ہی قرآن کریم ناظرہ پڑھایا تھا۔''

آپؓ نے یہ بھی لکھا:
''قاعدہ یسرنا القرآن جس نے بعد میں اتنی شہرت حاصل کی وہ ہم بہن بھائیوں کی تعلیم کی غرض سے ہی ایجاد کیا گیا تھا اور خدا کے فضل سے اس قاعدہ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ لاکھوں احمدیوں اور غیر احمدیوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس وقت تک اس کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔''

اس کے چند سال بعد جب کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی قرآن پڑھ لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خوشی میں 30 نومبر 1901ء کو جبکہ آپ کی عمر نو سال تھی آمین کی تقریب منعقد فرمائی جس میں حضورؑ نے دوستوں کو ایک پُر تکلف دعوت دی اور یتامیٰ ومساکین کو کھانا کھلایا۔ اس موقع پر آپ نے ایک دعائیہ نظم بھی لکھی:

''خدایا اے میرے پیارے خدایا''

دعاؤں کی برکت

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو آپ نے بچپن سے ہی نہایت ہی غور سے سننا شروع کیا اور حضور کی دعاؤں سے آپ نے پورا پورا حصہ پایا۔ آپؓ خود فرماتے ہیں: ''آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں نے ہمارا اس طرح ساتھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس طرح ہمارے شامل حال رہا ہے کہ اس کے متعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ

''اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر امکاں سے ہے باہر''

سکول میں داخلہ اور تعلیم

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی آنکھیں بچپن میں ہی خراب ہو گئی تھیں اور یہ تکلیف جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے کئی سال تک جاری رہی (یہ تکلیف آپ کو سات سال تک رہی) گویا 1900ء تک اس تکلیف کا سلسلہ ممتد چلا گیا۔ ان حالات میں گو مدرسہ تعلیم الاسلام کا قیام 3 جنوری 1898ء سے عمل میں آ چکا تھا مگر آپ کے داخلہ کا ابتدائی سال قیاساً 1901ء بنتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ رنگ میں شفا عطا فرما دی۔ آپ چونکہ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کر چکے تھے اس لئے آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کی لوئر پرائمری میں داخل کرائے گئے۔ اس کی مزید تصدیق محترم قاضی اکمل صاحب کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں 1906ء کے شروع میں قادیان آیا تو آپؓ کی ملاقات کو بھی گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے میں نے پوچھا کہ آپ کون سی جماعت میں پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا ساتویں جماعت میں۔

ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب سکول کے بورڈنگ میں تشریف لائے اور حافظ غلام محمد صاحب سابق مبلغ ماریشس سے فرمانے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں بشیر احمد کو بورڈنگ میں داخل کرنے کا حکم دیا ہے آپ ان کا خیال رکھا کریں۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب متوطن کشمیر بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ میر صاحب نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ میاں صاحب کا بستہ گھر سے لایا اور لے جایا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد آپؓ دن کو بورڈنگ میں ہی رہا کرتے تھے اور رات کو گھر چلے جاتے تھے۔

ایم اے کی تاکید

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب شائد دوسری جماعت میں پڑھتے ہوں گے اور آپؓ اس وقت چارپائی پر اُلٹی سیدھی چھلانگیں مار رہے تھے اور قلابازیاں کھا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا اور تبسم کرتے ہوئے حضرت امّ المومنین سے فرمایا: دیکھو! یہ کیا کر رہا ہے۔ اور پھر فرمایا: اسے ایم اے کرانا۔

ناولوں سے نفرت

اسی تعلیمی دور کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو بلا کر فرمایا کہ ''جو تم میرے بیٹے ہو گے تو ناول نہیں پڑھو گے''۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''الحمد للہ میں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا''۔

نیز فرمایا کہ ''میں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے۔ حالانکہ اکثر نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں''۔

نکاح کی مبارک تقریب

12 ستمبر 1902ء کو آپؓ کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ آپؓ کا نکاح حضرت مولوی غلام حسین خاں صاحب پشاوری کی صاحبزادی سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفہ اولؓ نے پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں اور حاضرین مجلس کو چائے پیش کی گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا احوال

26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا المناک سانحہ پیش آیا تو آپ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے تھے۔ اس وقت آپ نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ آپ کے ہی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ 25 مئی 1908ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعودؑ کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی۔ اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر کمرہ میں لے آئے۔

جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ غالباً شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہوگیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کردی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ عرض کیا گیا حضور ہوگیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر آپ جواب نہ دے سکے۔ اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔ نو بجے کے قریب حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اُس وقت ساتھ والے کمرہ میں تھیں اطلاع دی گئی۔ وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہور نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں تکلیف دی گئی۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی۔ اللّٰھم صل علیہ وعلی مطاعہ محمد وبارک وسلم''۔

جماعت احمدیہ کے 1960ء کے سالانہ جلسہ پر بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے درمنثور کے عنوان سے جو تقریر فرمائی تھی اس میں بھی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا کہ:

''حضور کے وصال کا واقعہ اس وقت پچاس سال گزرنے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفر آخرت کی ابتداء اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

یہ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں۔ مگر میں نے ایک دن مرکر خدا کو جان دینی ہے۔ میں آسمانی آقا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ آپؑ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رُواں رُواں اپنے آقا حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور تھا۔

ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آکر کچھ عرصہ رہا تھا ایک دن سردی کے موسم کی وجہ سے ہمارے نانا جان مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اُسے بھجوایا تاکہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اُس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کردیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اُس کوٹ کو لے کر میر صاحب کی طرف واپس جارہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ اُس نے کہا میر صاحب نے یہ کوٹ اپنے فلاں عزیز کو بھیجا تھا مگر اُس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت بُرا منایا ہے اور واپس کردیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''واپس نہ لے جاؤ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہوگی تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ۔ ہم پہنیں گے اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔''

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دلداری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا تاکہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کو کوٹوں کی کمی نہیں تھی اور حضور کے خدام حضور کی خدمت میں بہتر سے بہتر کوٹ پیش کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہو کر اُترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامل نہیں کیا۔

مجھے اس وقت خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کا ایک اور واقعہ بھی یاد آیا ہے۔ جو ہے تو بظاہر بہت چھوٹا سا مگر اُس میں خدائی تائید ونصرت کا عجیب وغریب جلوہ نظر آتا ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی بحث کے دوران میں کسی شوخ مخالف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی حوالہ طلب کیا اور بحث میں حضور کو بزعمِ خود شرمندہ کرنے کی غرض سے اُسی وقت دمِ نقد اِس حوالہ کے پیش کئے جانے کا مطالبہ کیا۔ وہ حوالہ تو بالکل درست اور صحیح تھا مگر اتفاق سے اس وقت یہ حوالہ حضرت مسیح موعود کو یاد نہیں تھا اور نہ اُس وقت آپ کے حاضر الوقت خادموں میں سے کسی کو یاد تھا۔ لہٰذا وقتی طور پر شماتت کا اندیشہ پیدا ہوا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے وثوق کے ساتھ صحیح بخاری کا ایک نسخہ منگوایا اور اسے ہاتھ میں لے کر یونہی جلد جلد اس کی ورق گردانی شروع کردی اور پھر ایک ورق پر پہنچ کر فرمایا یہ لو حوالہ موجود ہے۔ دیکھنے والے سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ حضور نے کتاب کے صفحات پر نظر تک نہیں جمائی اور حوالہ نکل آیا۔ بعد میں کسی نے حضرت مسیح موعود سے پوچھا کہ حضور یہ کیا بات تھی کہ حضور پڑھنے کے بغیر ہی صفحے اُلٹتے گئے اور آخر ایک صفحہ پر رُک کر حوالہ پیش کردیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جب میں نے کتاب ہاتھ میں لے کر ورق اُلٹانے شروع کئے تو مجھے یوں نظر آتا تھا کہ اس کتاب کے سارے صفحے بالکل خالی اور کورے ہیں اور ان پر کچھ لکھا ہوا نہیں اس لئے میں اُن کو دیکھنے کے بغیر جلد جلد الٹاتا گیا۔ آخر مجھے ایک ایسا صفحہ نظر آیا جس میں کچھ لکھا ہوا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ خدا کے فضل ونصرت سے یہ وہی حوالہ ہے جس کی مجھے ضرورت ہے اور میں نے بلا توقف مخالف کے سامنے یہ حوالہ پیش کردیا اور یہ وہی حوالہ تھا جس کا فریق مخالف کی طرف سے مطالبہ تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ روایت نمبر 306)

دوستو! سنو اور غور کرو کہ ہمارے امام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیسی خارق عادت

نصرت شاملِ حال تھی کہ جب مخالفوں کے ساتھ بحث کے دوران میں شماتت کا خطرہ پیدا ہوا تو ایک وفادار دوست اور مربی کے طور پر خدا تعالیٰ فوراً حضرت مسیح موعودؑ کی مدد کو پہنچ گیا اور کشفی رنگ میں ایسا تصرف فرمایا کہ حضور کو کتاب کے سارے صفحے خالی نظر آئے اور صرف اُسی صفحہ پر ایک تحریر نظر آئی جہاں مطلوبہ حوالہ درج تھا۔ یہ باتیں اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہیں کہ اسلام کا خدا ایک زندہ، حی و قیوم، قدر و متصرف خدا ہے جو اپنی غیر معمولی قدرت نمائی سے اپنے خاص بندوں کو اپنے اعجازی نشان دکھاتا رہتا ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے مامور و مرسل نعوذ باللہ مداری نہیں ہوتے کہ یونہی تماشے کے طور پر ایسے شعبدے دکھاتے پھریں بلکہ جب کوئی حقیقی ضرورت پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ فوراً سامنے آ کر اپنے بندوں کے بوجھ اُٹھا لیتا ہے اور اُن کی حفاظت فرماتا اور اُن کی مدد کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت پیارا شعر ہے کہ جب حق کے دشمن خدا کے ماموروں اور مرسلوں کو تنگ کرتے اور ذلیل کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور صداقت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس وقت خدا اپنی غیر محدود غیبی طاقتوں کے ساتھ آگے آ جاتا ہے اور

کہتا ہے یہ تو بندہ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعاؤں کی قبولیت کے نشان تو بے شمار ہیں جن کے ذکر سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ہزاروں لاکھوں لوگ اُن کے گواہ ہیں مگر میں اس جگہ صرف ایک مزید واقعہ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں اپنی گزشتہ سال کی تقریر میں بیان کر چکا ہوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی تو اس وقت حضور کا گھر روپے پیسے سے بالکل خالی تھا اور حضور اپنا آخری روپیہ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے ذریعہ اُس گاڑی بان کو دے چکے تھے جس کی گاڑی میں حضورؑ وفات سے قبل شام کے وقت سیر کے لئے تشریف لے گئے (درمنثور روایت نمبر 29)۔

اس کے بعد اچانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور حضورؑ کا یہ الہام پورا ہوا کہ الرحیل ثُمّ الرحیل یعنی ''اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ کوچ کا وقت آ گیا ہے'' اور اس کے ساتھ ہی الہام بھی ہوا کہ ''ڈرومت مومنو!'' یعنی اے احمدیو! ہمارے مسیح کی وفات سے جماعت کو طبعاً سخت دکھ پہنچے گا مگر تم ڈرنا نہیں اور خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط رکھنا پھر انشاءاللہ سب خیر ہے۔

اس کے بعد جب 26رمئی 1908ء کو صبح دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی تو جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اُس وقت ہمارا گھر دنیوی مال وزر کے لحاظ سے بالکل خالی تھا۔ ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی روایت (اور یہ بات مجھے خود بھی مجمل طور پر یاد ہے) کہ ہماری اماں جان یعنی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت یا اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو جمع کیا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے انہیں ان نہ بھولنے والے الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ:

''بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابّا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ اُنہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔'' (روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

یہ کوئی معمولی رسمی تسلی نہیں تھی جو انتہائی پریشانی کے وقت میں غم رسیدہ بچوں کو اُن کی والدہ کی طرف سے دی گئی بلکہ یہ ایک خدائی آواز اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شاندار الہام کی گونج تھی کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی ''کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟'' اور پھر اس وقت سے لے کر آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں نے ہمارا اس طرح ساتھ دیا ہے اور اللہ کا فضل اس طرح ہمارے شاملِ حال رہا ہے کہ اس کے متعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس رنگ میں ہماری دستگیری فرمائی ہے اُس کی مثال ملنی مشکل ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل نیکی اور تقویٰ اور اخلاص اور خدمتِ دین کے مقام پر قائم رہے گی تو حضور کی دردمندانہ دعائیں جن کا ایک بہت بھاری خزانہ آسمان پر جمع ہے قیامت تک ہمارا ساتھ دیتی چلی جائیں گی۔ اپنے بچوں کی آمینوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ اپنی اولاد کے لئے اس درد و سوز اور اس آہ و زاری کے ساتھ دعائیں کی ہیں کہ میں جب بھی انہیں پڑھتا ہوں تو اپنے نفس میں شرمندہ ہو کر خیال کرتا ہوں کہ شاید ہماری کمزوریاں تو ان دعاؤں اور ان بشارتوں کی حقدار نہیں ہوں مگر پھر کہتا ہوں کہ خدا کی دین کو کون روک سکتا ہے؟ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عجیب وغریب شعر کو یاد کرتا ہوں کہ:

تیرے اے میرے مربی! کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

خدا کرے کہ ہم ہمیشہ نیکی اور دینداری کے رستہ پر قائم رہیں اور جب دنیا سے ہماری واپسی کا وقت آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہ کی روحیں ہمیں دیکھ کر خوش ہوں کہ ہمارے بچوں نے ہمارے بعد اپنے آسمانی آقا کا دامن نہیں چھوڑا۔

دوستوں سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ جہاں وہ اپنی اولاد کے لئے دین و دنیا کی بہتری کی دعا کریں (اور کوئی احمدی کسی حالت میں بھی اس دعا کی طرف سے غافل نہیں رہنا چاہئے) وہاں وہ ہمارے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ صدق وسداد پر قائم رکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن دعاؤں کو جو حضور نے اپنی اولاد کے لئے فرمائی ہیں اور نیز ان دعاؤں کو جو حضور نے اپنی جماعت کے متعلق فرمائی ہیں اور پھر اُن بشارتوں کو جو خدا کی طرف سے حضور کو اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے متعلق ملی ہیں بصورتِ احسن پورا فرمائے اور ہماری کوئی کمزوری ان خدائی بشارتوں کے پورا ہونے میں روک نہ بنے اور ہم سب خدا کے حضور سرخرو ہو کر حاضر ہوں۔ اٰمِیْن یَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن۔'' (ملخص از درمنثور)

سالانہ ریجنل سپورٹس ڈے اور سالانہ ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ مقامی لندن کا انعقاد

(احمد محمد احسن ، ناظم اعلیٰ اجتماع)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انصاراللہ مقامی کا دوسرا سالانہ اجتماع مورخہ 5مارچ 2017 کو Ark Academy Putney, London میں منعقد ہوا۔اس سال اجتماع کا موضوع "نماز باجماعت کی ادائیگی اور تلاوت قرآن کریم" تھا۔

اس سے ایک ہفتہ قبل 26 فروری 2017 کو ریجنل سپورٹس ڈے منایا گیا اور اس میں اجتماعی کھیلوں میں رسہ کشی، فٹ بال، بیڈ منٹن اور انفرادی کھیلوں میں کلائی پکڑنا، گولہ پھینکنا اور دوڑ کے مقابلہ جات رکھے گئے تھے۔ مجموعی طور پر 154 انصار شریک ہوئے۔ تلاوت قرآن کریم اور دعا کے ساتھ پروگرام کا آغاز ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت محترم حافظ مسعود احمد صاحب ، قائد ذہانت و صحت جسمانی نے کی۔ پروگرام کے اختتام پر سب احباب کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ آخر پر نماز عشاء باجماعت ادا کی گئی۔

5مارچ 2017 کو ریجنل اجتماع کا آغاز اجتماعی نماز تہجد سے ہوا جو مسجد فضل لندن میں ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد صبح 8بجے حاضرین کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔ افتتاحی اجلاس کا آغاز صبح10 بجے محترم خالد محمود صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی زیر صدارت ہوا۔ محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے اپنی افتتاحی تقریر میں نماز باجماعت کی ادائیگی اور روزانہ تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دلائی۔ محترم خالد محمود صاحب نے انصار کو اُن کی بعض ذمہ داریوں کی طرف اور خدمت دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ یہ اجلاس ختم ہوا۔ جس کے بعد علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے جن میں تلاوت، نظم، حفظ قرآن، تقریر اردو، تقریر انگریزی، تقریر فی البدیہہ ، مشاہدہ معائنہ اور دینی معلومات شامل ہیں۔

اس موقع پر ایک تصویری نمائش بھی لگائی گئی تھی جس کا مقصد ریجن اور مجالس کی کارکردگی کو اُجاگر کرنا تھا۔دوپہر کے کھانے کے بعد نماز ظہروعصر ادا کی گئی۔
اختتامی اجلاس کا انعقاد نمازوں کے بعد محترم ڈاکٹرچوہدری اعجازالرحمن صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت،عہداور نظم کے بعد محترم وسیم احمد چیمہ صاحب مربی سلسلہ نے کتاب "نبیوں کا سردار" کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد محترم ظہیر احمد جتوئی صاحب چیئرمین چیرٹی واک فار پیس نے احباب کو اس سال کی چیرٹی واک کے حوالے سے تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد محترم لئیق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ نے محترم صدر صاحب انصاراللہ کی خواہش پر انصار کوتربیت کے حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کی یاددہانی کروائی۔ بعدہ خاکسار نے اجتماع رپورٹ پیش کی۔

اجتماع میں اللہ کے فضل سے کُل 370 انصار نے شرکت کی۔ آخر پر محترم صدر صاحب نے انعامات حاصل کرنے والے انصار میں انعامات تقسیم کئے اور حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف نیز انصار کو اپنے مقامی پروگرامز میں زیادہ سے زیادہ شرکت کرنے، حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبات سننے اور اپنے اہل خانہ کو سنوانے اور دیگر تربیتی امور میں ذاتی نمونہ بننے کی طرف توجہ دلائی۔



نئے انصار کے ساتھ *Welcome Dinner*



مجلس انصاراللہ مقامی ریجن نے امسال مجلس انصاراللہ میں شامل ہونے والوں کے ساتھ ایک Dinner کا اہتمام کیاجس کا مقصد نئے شامل ہونے والے انصار بھائیوں سے ملاقات اور ان کا تعارف حاصل کرنا تھا۔ ایسے انصار کی تعداد 24ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 22انصار نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ مکرم فہیم انور صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ صف دوم اور مکرم اشفاق خان صاحب قائد ایثار نے اس پروگرام میں مرکز کی نمائندگی کی۔پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد مکرم زعیم اعلیٰ صاحب نے پروگرام اور مرکزی مہمانان کا تعارف کروایا۔اس کے بعد مرکزی نمائندگان نےایک Presentation دی اور حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے۔ پروگرام کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا۔اس کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔